فیضان

علامہ اختر زیدی

مقدمہ

دُنیا کی ہر زبان میں مذہبی شاعری کا سرمایہ ملتا ہے۔ اُردو اَدب بھی اس دولت سے مالا مال ہے۔ چونکہ اُردو زبان بولنے والے مختلف مذہبوں اور عقیدوں کے ماننے والے ہیں' اس لئے اس زبان میں ہر عقیدے کے پیروؤں کے کچھ نہ کچھ منظوم مذہبی تاثرات ملتے ہیں۔

اسلامیات کا ادبی سرمایہ حمدِ خدا، نعتِ رسولؐ، معصومین علیہم السلام کی منقبتوں، سلام، نوحوں، قصیدوں، مرثیوں، اولیائے کرام اور مشاہیرِ اسلام کے منظوم تذکروں، مذہبی واقعوں اور منظوم تاریخ اسلام پر پھیلا ہوا ہے۔ حمدِ خدا کے ساتھ ساتھ کثرت سے جو بیش قیمت منقبتیں' جن میں نعتِ رسولؐ شامل ہے' ہم کو ملتی ہیں' وہ اہلبیتؑ کی مدح میں ہیں۔ صوفیائے کرام سے لے کر عام عقیدت مند شاعر تک ہر ایک نے اپنے ظرف اور اپنی بساط کے مطابق اہلبیتؑ اور معصومین علیہم السلام کی مدح کی ہے اور دل کھول کر کی ہے۔ کسی نے اس ذیل میں کسی "خِسّت" یا کمی کو گوارا نہیں کیا بلکہ ایسے خیال کو "سُوئے ظن" سمجھا۔ ممدوح کی مدح اور اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے رباعی، قطعہ، قصیدہ اور مسلسل نظم سے کام لیا گیا۔ لیکن جب بعض حقیقتوں اور جذبوں کے اظہار کے لئے ان اصناف کا دامن تنگ نظر آیا تو مرثیہ، نوحہ اور سلام کی اصناف رائج کی گئیں جنھوں نے مذہبی ادب کے دامن کو غیر معمولی وسعت دی۔ مذہب کے موجودہ شعری سرمایہ میں یہ حقیقتیں بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔ مذہبی ادب کے اِس پھیلاؤ میں کربلائی ادب کو خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ یہ وہ مستقل باب ہے جس کا ایک اہم موضوع کی حیثیت سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔

علامہ اختر زیدی کا زیرِ نظر مجموعہ کلام' مندرجہ بالا اصنافِ سخن

پر پھیلا ہوا ہے جو کسبِ عرفاں کے ساتھ ساتھ صحت مند ادبی شعور کا ماحول بھی مہیا کرتا ہے۔ اس کے معیار کی عظمت و بلندی کو دیکھتے ہوئے اسے مذہبی مثالی ادب کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ علامہ اختر زیدی کے کلام کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عام روِش سے ہٹی ہوئی انفرادیت پائی جاتی ہے۔ یہ انفرادیت' مدحیہ کلام میں عقیدت کے اظہار کے پہلو بہ پہلو علومِ اہلبیتؑ سے استفادہ کے بھرپور امکانات مہیا کرتی ہے۔ علامہ اختر زیدی کے کلام نے جو رُخ اختیار کیا ہے' اس سمت میں قوم کی بے عملی، اظہارِ حق میں تساہل بلکہ دانستہ گریز' نام نہاد گروہ بندی اور قومی انتشار جیسی مہلک صورتِ حال پر شدید مگر صحتمند تنقید ملتی ہے۔ مدحیہ مسدسوں کی تشبیہیں ان ہی موضوعات پر ہیں۔ چونکہ علامہ کے کلام پر ہر صنف کے تعلق سے گفتگو اور فکر و فن پر بحث بہت طویل ہو جائے گی، اس لئے طوالت سے بچتے ہوئے صرف ابتدائی تعارف کے طور پر مسدس کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا۔

علامہ نے تمام مسدس عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر کہے ہیں' جن کو پڑھ کر آج کا جدید ذہن مطمئن ہو گا۔ ان مسدسوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ علامہ نے اس صنف پر ایک کامیاب تجربہ کیا ہے اور یہ تجربہ اختصار نگاری کا تجربہ ہے۔ جس میں علامہ ابتدائی مرحلوں ہی سے نہایت کامیاب ہیں۔ آپ کے اِس کامیاب تجربہ نے "مختصر مسدس نگاری" کو رواج بھی دیا اور مقبول بھی بنایا۔ مسدس کے لوازم میں چہرہ یا تشبیب' گریز' ساقی نامہ' مدح اور دُعا وغیرہ کا التزام ناگزیر ہے جو بڑی طوالت کا متقاضی ہے۔ ان مرحلوں میں سے کسی مرحلہ کو نظر انداز کیے بغیر مسدس کو مختصر کر کے دل آویز بنا دینا جُوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔ علامہ کی فنی بصیرت اور قادر الکلامی نے اس سخت منزل کو جس آسانی سے پا لیا وہ صرف ان ہی کا حق تھا۔

علامہ کے اس تجربے نے اپنے ہم عصروں اور مستقبل کے شاعروں کے لئے اس صنف میں مضامین سمیٹنے اور مسدس کے لوازم کو بھی برقرار رکھنے کی راہیں سُجھا دی ہیں۔ چنانچہ پچھلے دو تین برسوں میں ہم نے دیکھا کہ آپ کے ہمعصر شعرائے نے مختصر مسدس لکھنے شروع کر دیئے ہیں۔

علامہ اختر زیدی نے مذہبی شاعری کو مقصدی بنانے میں اہم خدمت

انجام دی ہے۔ مسدس کی تشبیب کے عام مضامین بہار و خزاں یا پھر شاعرانہ تعلّی وغیرہ رہے ہیں۔ آپ نے مقصدی موضوعات کو عنوان بنا کر مسدس کے چہرے کہے ہیں۔ مثلاً حضرت عونؑ و محمدؑ کے حال کے مسدس میں "اتحادِ عمل" ؎

یک رنگیِ جہاد میں یہ عـزم نیک ہے
تیغیں الگ الگ ہیں مگر کاٹ ایک ہے

امام حسین علیہ السلام کے حال کے مسدس میں "فلسفۂ وقت" ؎

صاحبِ امرِ خدا حق کا ولی آ گئے ہے
وقت پیچھے ہے حسینؑ ابنِ علیؑ آگے ہے

حضرت علی اصغر علیہ السلام کے حال کے مسدس میں "تبسّم" کے نفسیاتی پہلو ؎

جو مُسکرائے خبیر و علیم ہوتا ہے
کہ وہ بھی پیکرِ خلقِ عظیم ہوتا ہے

امام حسن علیہ السلام کے حال کے مسدس میں "رنگ" کے نفسیاتی اثرات اور فلسفیانہ مضمرات ؎

رنگ اظہارِ تمنّا کا اِک انداز بھی ہے
رنگ اظہار پہ آجائے تو آواز بھی ہے

یا پھر دُعا کا یہ انداز کہ ؎

نئی ادا سے محبت کی زندگی مانگیں
وِلا کے جوشش میں ساقی سے تشنگی مانگیں

یا

ایسا بندہ ہے جسے لَم یزلی کہتے ہیں
عبد و معبود کے رشتہ کو علیؑ کہتے ہیں

مدح کے اِس فلسفیانہ رُخ کو جس حُسن اور فنکارانہ مہارت کے ساتھ اُبھارا اور سمجھایا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک "فیضان" ہے — جو معصومین علیہم السلام سے علامہ کے والہانہ عشق کا حاصل بن کر اُبل پڑا ہے۔ ورنہ یہ روانی، یہ برجستگی، یہ بے ساختگی اور اثر و تاثر محض فیضِ سخن کی بنیاد پر ممکن نہیں۔ اسی مناسبت سے انجمن عزادارانِ اہلِ بیتؑ نے علامہ کے شعری مجموعہ کا نام "فیضان" رکھا ہے۔

شعر اصل میں زبان و بیان کی خوبصورتی اور دل میں کھپ جانے والی

دلکشی کے سوا اور کیا ہے۔ اگر کلام میں یہ بات نہیں تو وہ "حرفِ اخفش" ہے۔ یہ مبالغہ نہیں، حقیقت ہے کہ علامہ اختر زیدی کے کلام میں فنی محاسن کے علاوہ بلا کا تاثر ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عقیدت کے نشہ میں بات دل سے نکلتی ہے، اسی لئے دل میں اُترتی ہے۔ کلام سُنیئے تو صلِّ علیٰ کہیئے پڑھیئے تو مرحبا — قاری بہت دیر تک فکر و وجدان کے خوشگوار ماحول میں گم ہو جاتا ہے۔ ہمارا یہ دعوٰی علامہ سے کسی تعلقِ خاطر کی اساس پہ نہیں بلکہ تنقیدی بنیاد پر ہے۔ بہ لحاظِ فن دیکھیئے تو چُست بندش، مضبوط ترکیب، اچھوتی تشبیہ، نئے استعارے، دلکش آہنگ، مترنم لب و لہجہ، اس پہ فصاحت و بلاغت، باہم اس طرح پیوستہ کہ تمیز مشکل ہو جائے۔ الفاظ کا چُناؤ اور برتاؤ ایسا کہ ؏

"جو لفظ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے"

شیریں بیانی ایسی کہ اہلِ زبان نے مان لیا۔ علامہ اختر زیدی کو جو نظم و نثر اور خطابت پر یکساں قدرت حاصل ہے اس کو معصومین علیہم السلام کا بے پایاں کرم ہی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ فیضِ سخن کی ایسی تاثیر نہیں ہو سکتی جو آپ کے کلام میں ملتی ہے۔

بھرپور شعر، بھرپور تاثر چھوڑتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے فیصلہ کو قارئین پر اس اعتماد کے ساتھ چھوڑتے ہیں کہ وہ "فیضان" کے مطالعہ کے بعد ضرور ہمارے ہم نوا ہوں گے۔ علامہ کا کلام بلاشبہ دورِ جدید کے مذہبی کلام کا اعلیٰ نمونہ بھی ہے اور جدید ادب میں ایک بیش قیمت اضافہ بھی ہے۔

انجمن عزادارانِ اہلِ بیتؑ

۱۹۷۸ء

اظہارِ تشکّر

انجمن عزادارانِ اہلبیتؑ اُن تمام حضرات کی ممنون و متشکر ہے، جنھوں نے 'فیضان' کی اشاعت کے سلسلہ میں تعاون فرمایا۔

(سید غلام سبطین رضوی)
(صدر، انجمن عزادارانِ اہلبیتؑ۔ حیدرآباد)

قطعاتؑ و رُباعیاتؑ

سلام اصغر مہدی

جناب قاسم

دیا کرب و بلا کے میداں میں اسلام کی قسمت جاگ گئی
اک تیرہ برس کے بچے کی تلوار سے لشکر کانپ گیا
قاسم جو چلے سوئے میداں عباس تو یوں سمجھے جیسے
حیدر کی جوانی بچپن میں حیدر کا لڑکا بن آیا ہے

جناب عباس

ہر آن جو ہم پر کرم تازہ ہے
کس کو لطف و عطا کا اندازہ ہے
شبیرؑ اگر ہیں شہرِ الطاف و کرم
عباسؑ علیؑ شہر کا دروازہ ہے

(۱۱)

۶ میدان ہے گواہ کہ کرار ہے علیؑ
قرآں گواہ صاحبِ اسرار ہے علیؑ
کس منہ سے اپنے واسطے مشکل کشا کہوں
مشکل کشائے احمدِ مختار ہے علیؑ

(۱۲)

4 سردارِ انبیاء کو ضرورت علیؑ کی ہے
اعلانِ لافتیٰ کو ضرورت علیؑ کی ہے
ہے گفتگو کا وقت زباں کی ہے احتیاج
معراج میں خدا کو ضرورت علیؑ کی ہے

( )

عرفان نیا لے کے سوال آیا تھا
اک لمحۂ فکر بے مثال آیا تھا
یہ بات نصیری ہی پہ موقوف نہیں
سلمانؑ کے دل میں بھی خیال آیا تھا

( )

هر مصیبت میں کام لیتا ہوں
دامنِ لطف تھام لیتا ہوں
اسمِ اعظم سمجھ کے اے مولا
میں تمہارا ہی نام لیتا ہوں

بڑھتی ہی جا رہی ہے بری بے کلی مدد
مولائے کائنات خدا کے ولی مدد
تاریخ ہے گواہ مصیبت جب آئی ہے
کہنا پڑا رسولؐ کو بھی یا علیؑ مدد

تو جادۂ عرفاں کی مصیبت تو سمجھ
سلمانؓ و ابوذرؓ کی فضیلت تو سمجھ
حیدرؑ کی حقیقت کو سمجھنے والے
تو پہلے ذرا اپنی حقیقت تو سمجھ

ممکن ہی نہیں معرفتِ شیرِ خدا
اس راز سے کون جز نبیؐ ہے آگاہ
خاطی انساں ہوں عارفِ نفسِ رسولؐ
لا حول ولا قوۃ الا باللہ

سمجھے بھی تو کیا سمجھے جانا بھی تو کیا جانا
سلمانؓ کا رتبہ بھی ہم نے نہیں پہچانا
یوں ماننے والے تو لاکھوں ہیں ترے مولا
قربان میں اس دل کے جس دل نے خدا مانا

اپنے حالات کے رخ سے وہ بجا کہتے ہیں
حق کو معلوم ہے کیوں کہتے ہیں کیا کہتے ہیں
میں نصیری کو بھلا کیسے برا کہہ دیتا
میرے محبوب کو یہ لوگ خدا کہتے ہیں

○

آ نصیری مصافحہ کرلیں
دُور تک مَیں بھی ساتھ رہتا ہوں
تُو علیؑ کو خدا سمجھتا ہے
مَیں خدا کو علیؑ بھی کہتا ہوں

○

عرفان ہو غائب تو عبادت کیسی
گر عقل ہے، مولاؑ سے عداوت کیسی
انسان کی فطرت ہے کمالات سے اُنس
انسان ہو تو فطرت سے بغاوت کیسی

○

مَیں علیؑ کو حق کہوں یا حق آشنا کہوں
حُسنِ ابتدا کہوں، رازِ انتہا کہوں
عقل ارتقاء میں ہے حشر ہونے دیجئے
"منزلوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں"

○

٭ یہ مصرع نشور واحدی کا ہے۔

○

زمانے کی روش کو ہم کہاں خاطر میں لاتے ہیں
بچانے والے ہم کو ہر مصیبت سے بچاتے ہیں
جہاں آواز دیتے ہیں وہ دروازے معین ہیں
علیؑ والے کسی کا بارِ احساں کب اُٹھاتے ہیں

○

عقبیٰ ہے حرام اہلِ دُنیا کے لئے
دُنیا ہے حرام اہلِ عقبیٰ کے لئے
مقصودِ وجود قُربِ مولا ہو اگر
دونوں ہیں حرام اہلِ مولا کے لئے

○

کیا تھا مَیں نے بڑا اہتمام کہہ نہ سکا
یہ مانتا ہوں بصد احترام کہہ نہ سکا
لیا جو نام گلوگیر ہوگئی آواز
حُسینؑ کہہ کے علیہ السّلام کہہ نہ سکا

○

○

نہیں جن کا حل اُن سوالوں سے پوچھو
مزہ اس کا نازک خیالوں سے پوچھو
علیؑ کو خدا کس لئے کہہ رہے ہیں
علیؑ کو خدا کہنے والوں سے پوچھو

○

نظر نظر نفس نفس تجلیاں لئے ہوئے
مرا امام آگیا پیامِ جاں لئے ہوئے
جبیں کا تذکرہ ہی کیا قدم ہیں جس کے آج تک
نبیؐ کے دوشِ پاک کی بلندیاں لئے ہوئے

○

دُہرایا تھا دُنیا نے جہالت کا سوال
تھا سامنے اِسلام کی عزت کا سوال
اعلان یہ کرتا ہے علم کا پنجہ!
شبیرؑ کی ٹھوکر میں تھا بیعت کا سوال!

○

○

جنابِ زینب

زینبؑ کی ہے تقریر کہ گفتارِ علیؑ کی
لہجہ ہے کہ ہے جرأتِ پیکارِ علیؑ کی
ہے شام کا دربار کہ صفین کا میداں
خطبہ ہے کہ چلتی ہوئی تلوارِ علیؑ کی

○

جناب علی اکبر

نورِ دُعائے سبطِ پیمبر لئے ہوئے
ارمانِ قلبِ زینبؑ مضطر لئے ہوئے
صورت علیؑ کی، نامِ نبیؐ، فاطمہؑ کا سن
کیا کیا تبرکات ہیں اکبرؑ لئے ہوئے

○

علیؑ کے گھر میں اِک تازہ خوشی ہے
فضا میں چاند کی سی روشنی ہے
سہانی کس قدر ہے آج کی شب
وفا کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے

اے خلیلِ گلشنِ عزت، محبت کے امام
اے کلیمِ طورِ قوت، اے اطاعت کے امام
اے خدائے عزم و ہمت، ناخدائے فوجِ حق
اے وفاؤں کے مسیحا، اے شجاعت کے امام

پُر نور ترے نام سے ہے رُوئے وفا
عباسِ علیؑ اے شہِ خوش خُوئے وفا
عاشور کو لہروں نے قدم چُومے تھے
پانی میں فرات کے ہے خوشبُوئے وفا

وہ رُوحِ تمنّائے شہِ بدر و حُنین
شہزادیِ کونین کا ہے نورُ العین
عباسؑ کے رُتبہ کو سمجھنا ہے محال
معصُوم کا نائب ہے علمدارِ حُسینؑ

حُدودِ امرِ امامت پہ رُک گیا غُصّہ
جلالِ حیدرِ صفدرؑ نے پھر بھی کام کیا
سپاہِ شام میں مرحب مزاج بھی تھے بہت
علیؑ کے شیر نے سب کا مزاج پُوچھ لیا

احسان و عنایت ہے گُنہ گاروں پر
اِک سلسلۂ کرم ہے غم خواروں پر
احساس دلاتی ہے پھریرے کی ہَوا
عباسؑ کا سایہ ہے عزاداروں پر

شبیرؑ کے رُتبہ کا شناسا نہ مِلا
عاشق کوئی اِس اہلِ وفا سا نہ مِلا
عباسؑ نے دُنیا کی بدل دی تاریخ
دریا کے کنارے کوئی پیاسا نہ مِلا

○

کِس شان سے حملہ کیا بڑھ کر کاٹا
جس سَر میں غُرور تھا، وہی سَر کاٹا
قاسمؑ میں تھی دادا کی عدالت کی جھلک
دو حِصّوں میں ازرق کو برابر کاٹا

○

یہ بھی شانِ لافتائی دیکھ لو
ضربِ قاسمؑ کی صفائی دیکھ لو
کربلا میں تھی یہ آوازِ حسنؑ
صُلح دیکھی تھی لڑائی دیکھ لو

○

چین دُنیا میں مِلے، راحتِ عقبیٰ مِل جائے
شدّتِ عشق مِلے، غم کا سلیقہ مِل جائے
کاسۂ دل لئے حاضر ہیں درِ دولت پر
فاطمہؑ آپ کی اولاد کا صدقہ مِل جائے

مَنقبتیں

نمازِ عشقِ علیؑ

مکاں کی نسبت ہے لامکاں سے تو پھر کسی کا قیام کیا ہے
خدا نہیں ہے تو پھر بتاؤ کہ آنے والے کا نام کیا ہے

کلامِ باری سُنا رہا ہے نکل کے کعبہ سے میرا مولا
نبیؐ کی تصدیق پر ہے ایماں تو پھر کسی کو کلام کیا ہے

ہے حکمِ تبلیغ میں اتنی شدّت کہ دُھوپ میں کارواں کو روکا
جو جانِ ایماں نہیں ولایت تو پھر یہ سب اہتمام کیا ہے

علیؑ کی اُلفت ہمارے دل میں، علیؑ زباں پر، علیؑ نظر میں
اِسی میں جینا، اِسی میں مرنا، ہمیں زمانے سے کام کیا ہے

نمازِ عشقِ علیؑ ۲۷
ذکرِ علیؑ ۲۹
متاعِ خرد ۳۲
بحرِ بیکراں ۳۴
مزاج دانِ مشیتِ رب ۳۶
رازِ یزداں ۳۹
شمسِ تاباں ۴۲
ذکرِ سخنور چاندنی ۴۴
انعامِ مودت ۴۷
مظہرِ کبریا ۵۰

نورِ نامِ علیؑ کہکشاں کہکشاں ۵۳
کلِّ ایمان ۵۶
سیرِ ذاتِ علیؑ ۵۸
دامانِ رحمت ۶۱
شہزادیِ کونینؑ ۶۳
حُسنِ حسنؑ ۶۵
ثنائے حسنؑ ۶۷
خدائے وفا ۶۸
تمنائے علیؑ ۷۱
فہرست قصائد ۷۳
فہرست قصائد ۱۰۰

حدودِ امکاں میں لامکاں ہے، علیؑ ہے کب سے، علیؑ کہاں ہے
خدا ہی جانے کہ اِس زمیں پر، ظہور کیا ہے، قیام کیا ہے

صفاتِ باری کے نام جتنے بھی یاد آئے سُنائے مَیں نے
کبھی کسی نے جو مجھ سے پوچھا، تمہارے مولا کا نام کیا ہے

خدا کہوں گا تو حشر ہو گا، بشر کہوں گا تو قصر ہو گا
علیؑ کے خالق سے پوچھنا ہے، بتا علیؑ کا مقام کیا ہے

علیؑ سے انکار کرنے والے کا سانس لینا حرام ٹھہرا
اب ایسے انساں کی زندگی میں حلال کیا ہے حرام کیا ہے

یہی کہ نقشِ قدم پہ جھکنا، کبھی برائے سلام اُٹھنا
نمازِ عشقِ علیؑ میں اپنا سجود کیا ہے قیام کیا ہے

علیؑ کی مدحت کے حوصلے بھی، علیؑ کی شانِ کرم ہے اختر
یہ آدمی کی زبان کیا ہے، یہ آدمی کا کلام کیا ہے

ذکرِ علیؑ

جب ذکرِ غدیرِ خُم آئے، ایمان کی خوشبو آتی ھے
ہم گھر میں سہی، مسجد میں سہی، میدان کی خوشبو آتی ھے

خیاط کہاں سے آیا ہے، کس کے لئے تحفے لایا ھے
کیوں آج زمیں پہ جنت کے دربان کی خوشبو آتی ھے

جب نقطۂ با سے ہوتا ہے آغاز کلامِ باری کا
اوراقِ کتابِ حق سے مجھے، ایمان کی خوشبو آتی ھے

محرومِ مشامِ ایمانی اِس راز کو کیسے سمجھے گا!
کیوں ذکرِ علیؑ کی محفل میں سلمانؓ کی خوشبو آتی ھے

انساں میں سب کو کیوں سمجھوں، ہاں جس کو علیؑ کا عشق ملے
ایسے ہی بشر سے بس مجھ کو انسان کی خوشبو آتی ھے

مہمانی کے آداب اگر ہوں بزمِ وِلا میں پیشِ نظر
جنّت سے زمیں پہ آئے ہوئے مہمان کی خوشبو آتی ھے

دَورانِ تلاوت 'بلّغ' پر جس وقت نظر رُک جاتی ھے
آیت سے غدیری محفل کے اعلان کی خوشبو آتی ھے

ناطق کا تعلق صامت سے ہر حال میں ثابت ہوتا ہے
آتا ہے جو لب پر نامِ علیؑ، قرآن کی خوشبو آتی ھے

عباسؑ، علیؑ کی صورت میں شاید لبِ دریا پہنچے ہیں
ساحل کی ہوا سے مولا کے ارمان کی خوشبو آتی ھے

مسجد میں نمازوں کی خاطر جس وقت اذاں دی جاتی ھے
تکبیر سے ابنِ زھراؑ کے احسان کی خوشبو آتی ھے

کرتا ہے جو اختر ذکرِ علیؑ، الفاظ کے غنچے کھلتے ھیں
ہر سانس معطر ہوتی ہے، ایمان کی خوشبو آتی ھے

متاعِ خرد

عہدِ حاضر کے بگڑے ہوئے سر پھرے تا کجا اِس طرح دَر بدر جائیں گے
نقشِ پائے علیؑ تک انھیں لائیے ایک سجدہ کریں گے سُدھر جائیں گے

مُنحرف ہو کے ہستی کی بُنیاد سے کیا خبر ہے یہ انساں کدھر جائیں گے
زندگی کیا مِلے گی بغیرِ علیؑ زندگی کی تمنّا میں مَر جائیں گے

قافلے یُوں تو آگے چلے ہیں بہت سخت منزل ہے دیدارِ ذاتِ علیؑ
انبیاء بھی سُنائیں گے رُوداد کیا' وہ تو خود راستے میں ٹھہر جائیں گے

بے نیازِ زمان و مکاں ہیں علیؑ اور ہم ہیں غلامانِ مولا علیؑ
لاکھ حالات کا رُخ مخالف ہو ہم' کام اپنا بہرحال کر جائیں گے

رُوح تو اصل میں ہے وِلائے علیؑ موت آئے تو ہم لوگ مَرتے نہیں
ہاں جو کچھ لوگ اِس شے سے محروم ہیں موت آئے نہ آئے وہ مر جائیں گے

یہ نبیؐ کی بتائی ہوئی بات ہے' جس کی تصدیق اصحاب کرتے رہے
دشمنانِ علیؑ کی یہ پہچان ہے' نام لیتے ہی چہرے اُتر جائیں گے

کوئی ماحول کتنا ہی افسُردہ ہو' آپ نامِ علیؑ وِرد کرتے رہیں
چین آجائے گا' رُخ نِکھر جائیں گے' غم بہل جائیگا' دل ٹھہر جائیں گے

تحت واجب علیؑ، فوقِ امکاں علیؑ، اس کے آگے متاعِ خرد ہے کہاں
اب جنھیں پیش قدمی کا ہے حوصلہ وہ حُدودِ خرد سے گزر جائیں گے

ماورائے نظر ہے مقامِ علیؑ، کون دیدارِ کامِل کا دعوٰی کرے!
نامکمل رہے گا ہمارا سفر' ہم فقط تا بہ حدِّ نظر جائیں گے

جامِ کوثر' پیامِ مسرت سہی' اپنا مسلک ہے اختر' غمِ کربلا
حشر میں یادِ عباسؑ آئے گی ہم' تا بہ کوثر بہ رنگِ دِگر جائیں گے

بحرِ بیکراں

کشتیِ آلِ اطہارؑ کی زد پہ جب ہر زمانے میں بدعت کے دھارے گئے
جس طرف بھی سفینہ کا رُخ ہو گیا خود سفینے کے پیچھے کنارے گئے

اب تو انساں ستاروں تلک جائیگا اِک بزرگی ہے اِسمیں یہ تسلیم ہے
ایک گھر اس زمیں پر تو ایسا بھی تھا جسکی چوکھٹ پہ تارے اُتارے گئے

قُربِ مولا کی تاثیر کیا ہو بیاں اِس سے بہتر وسیلہ ملے گا کہاں
جب بھی آئے علیؑ کے قدم درمیاں انبیاء کے مقدر سنوارے گئے

تھا ملائک کی آمد کا جو سلسلہ بعض اسباب ظاہر ہیں موجود تھے
مَیں تو اِتنا سمجھتا ہوں اے فاطمہؑ آپکے گھر کے صدقے اُتارے گئے

چاند پر جائے انساں کہ مریخ پر ہے حدودِ زمان و مکاں میں سفر
ماورائے حدودِ زمان و مکاں جب ضرورت تھی مولا ہمارے گئے

زندگی کچھ نہیں جز ولائے علیؑ ہیں جو محروم اِس سے وہ زندہ نہیں
موت تک بے سبب سانس چلتی رہی زندگی کی تمنا میں مارے گئے

مَیں نصیری نہیں ہوں تو کیا ہو گیا ہُوں علیؑ ہی کا بندہ خدا کی قسم!
بندگی کی صِفت مشترک ہو گئی ایک نسبت سے دونوں پکارے گئے

کیا بیاں ہو علیؑ کے کمالات کا اِک سمندر ہے مواج اور بیکراں
کون غواص ہونے کا دعویٰ کرے ہم تو اختر کنارے کنارے گئے

مزاج دانِ مشیّتِ ربّ

ولائے حیدر میں لفظ جو بھی مِری زباں سے نکل رہے ہیں
بہ فیضِ ممدوح نُور بَن کر ثنا کے سانچے میں ڈھل رہے ہیں

الگ زمانے سے یہ سفر ہے یہ عشقِ مولا کی رہ گزر ہے
ہیں نقشِ پا انبیائؑ کے جس پر ہم ایسی راہوں پہ چل رہے ہیں

ہے دشمنانِ علیؑ کی قسمت، حسد کی آتش، سقر کے شعلے
وہ موت کے بعد بھی جلیں گے، وہ زندگی میں بھی جل رہے ہیں

کوئی نہ مانے مگر یہ حق ہے بنائے اِمکاں سے میرے مولا
سب مشیّت کے کارخانے ترے اشاروں پہ چل رہے ہیں

ذرا خبردار ان سے رہنا، نہ جانے کب سانپ بَن کے ڈَس لیں
بہت سے ناواقفِ محبّت ہمارے دامن میں پَل رہے ہیں

یہ عبد و معبود کے رَوابط یہ برزخ و حشر کے عقیدے
یقینِ محکم کے راستے پر علیؑ کے قدموں سے چل رہے ہیں

حساب دانِ نظامِ فطرت ہے اپنی کم مائیگی پہ حیراں
مزاج دانِ مشیّتِ رَب ہماری قسمت بدل رہے ہیں

مزاجِ سلمانؑ و قلبِ بوذرؓ ہی تاب لائے بیاں جو کر دوں
علیؑ کی مدحت کے بعض گوشے جو میرے دل میں مچل رہے ہیں

علیؑ کی باتیں میں کر رہا ہوں، سکونِ کامل ہے سب کو حاصل
یہ دردِ بغضِ علیؑ اُٹھا ہے کہ آپ پہلو بدل رہے ہیں

دُعائے آدمؑ، جلالِ موسیٰؑ، جمالِ یوسفؑ، کمالِ عیسیٰؑ
علیؑ کی فیاضیوں کے سکّے ہزار ناموں سے چل رہے ہیں

اگر نصیری کی گفتگو ہو تو عشقِ مولا کی بات ہے یہ
بہت ہی ہُشیار بَن کے کچھ لوگ بات کا رُخ بدل رہے ہیں

ہم اپنی آنکھوں کو مَل رہے ہیں علیؑ کے نقشِ قدم پہ اختر!
جنھیں یہ نعمت نہیں مِلی ہے وہ دیکھ کر ہاتھ مَل رہے ہیں

رازِ یزداں

مَیں خود بُلاتا ہوں مُشکلوں کو کہ میرا مُشکل کُشا علیؑ ہے
نبیؐ کی سُنّت پہ چل رہا ہوں مِری زباں پر بھی یا علیؑ ہے

حدودِ امکاں کے گوشے گوشے میں نقشِ پائے علیؑ مِلیں گے
زمیں کے اُوپر زمیں کے باہر یہاں وہاں جا بجا علیؑ ہے

حضور ناراض ہوں کہ خوش ہوں یہی ہے بے شک میرا عقیدہ
خدائے واجب علیؑ کا رَب ہے خدائے اِمکاں مِرا علیؑ ہے

وہ جسم ہو یا ہو عقلِ انساں ہمیں مرض سے مَفر نہیں ہے
مگر مجھے اس کی فکر کیا ہے دَوا علیؑ ہے دُعا علیؑ ہے

علیؑ سے لڑ کر خدا کو مانا تو آج میں کیا کہوں گا تجھ سے
جو ہوگا محشر میں دیکھ لیں گے ترا خدا ہے مرا علیؑ ہے

وہ علم بھی ہے، علیم بھی ہے وہ خود کرم ہے کریم بھی ہے
کلام بھی ہے کلیم بھی ہے، خدا کا لہجہ مرا علیؑ ہے

جلال بھی ہے، جلیل بھی ہے اور عقل بھی ہے عقیل بھی ہے
وہ عدل بھی ہے، عدیل بھی ہے، خدا کا اِک فیصلہ علیؑ ہے

پناہ ہے جس کی بے پناہی، ہے جس کی گردِ قدم میں شاہی
مزاج بھی جس کا ہے الٰہی وہ ایک نفسِ خدا علیؑ ہے

وہ خود سفینہ ہے خود ہی طوفاں، وہ خود سمندر ہے خود ہی ساحل
کبھی تمنائے ناخدا ہے کبھی تو خود ناخدا علیؑ ہے

محیط بھی ہے، محاط بھی ہے وہ رازقِ شش جہات بھی ہے
اسی کے دم سے حیات بھی ہے، کرم کا اِک سلسلہ علیؑ ہے

وہ جانِ مومن وہ کُلِّ ایماں، وہ مظہرِ حق، وہ رازِ یزداں
وہ خود ہی تفسیر خود ہی قرآں کہ نقطۂ تحتِ با علیؑ ہے

وہ حق میں باطل کے اِک تباہی، وہ خود ہی تلوار، خود سپاہی
وہ خود ہی منزل ہے خود ہی راہی کہ راہِ بے انتہا علیؑ ہے

وہ اَمر بھی ہے، امیر بھی ہے، وہ نُور بھی ہے، مُنیر بھی ہے
وہ خود خبر ہے، خبیر بھی ہے، خدا کا سیدھا پتہ علیؑ ہے

نمازِ عشقِ علیؑ میں اختر، زباں سے کچھ اور کیا نکلتا
اذاں اقامہ بھی یا علیؑ ہے، مرا وظیفہ بھی یا علیؑ ہے

شمسِ تاباں

سکونِ کامل رہے گا حاصل، ہماری راہوں پہ چل کے دیکھو
علیؑ کی اُلفت میں غرق ہو کر حسینؑ کے غم میں ڈھل کے دیکھو

علیؑ کی عظمت کا شمسِ تاباں ہمیشہ نصف النہار پر ہے
ذرا تعصّب کے تنگ و تاریک گھر سے باہر نکل کے دیکھو

علیؑ کے جلووں کی رہ گزر پہ کلیمؑ غش ہیں تو خضر گم ہیں
یقیں نہ آئے تو دو قدم ہی ہمارے ہمراہ چل کے دیکھو

علیؑ کی جانب جو دیکھنا ہے، حواس میں انقلاب لاؤ
روایتی زاویوں کو چھوڑو، نگاہ کا رُخ بدل کے دیکھو

خدا سے نسبت نہیں ہے جن کو، خدا سے وہ کیا دِلا سکیں گے
ملے گا دستِ خدا سے سب کچھ ذرا وسیلہ بدل کے دیکھو

یہ زہر جب تک رہے گا باقی، علیؑ کا عرفاں نہیں ملے گا
تم اپنے خود ساختہ عقائد کے سانپ کا سر کچل کے دیکھو

علیؑ کی مدحت کے راستے میں، گلے بھی کٹتے ہیں اور زباں بھی
جو حوصلہ ساتھ دے تمہارا تو راہِ میثمؓ پہ چل کے دیکھو

وہ کوئی چاہے کوئی نہ چاہے، علیؑ بہر حال سامنے ہے
اب اپنا اپنا نصیب ہے یہ خوشی سے دیکھو کہ جل کے دیکھو

نیاز مندی کے راستے پر کئی مقاماتِ ناز بھی ہیں،
علیؑ اُٹھاتے ہیں ناز کیسے، غلام بن کر مچل کے دیکھو

تمہیں زلیخا کی ہم نشینوں کا واقعہ بھی تو یاد ہوگا
نصیریوں پر بگڑنے والو، علیؑ کا جلوہ سنبھل کے دیکھو

فاطمہ کے چاند

فکرِ سخنور چاندنی

نامِ حیدرؑ چاند ہے تفصیلِ حیدر چاندنی
ہے علیؑ کی مدح میں فکرِ سخنور چاندنی

جگمگاتے ہیں ہمیشہ فاطمہؑ زہرا کے چاند
کوئی موسم ہو مگر رہتی ہے گھر گھر چاندنی

دین ہے آلِ نبیؐ سے وہ نہیں محتاجِ دین
چاند کے حق میں کہاں ہوتی ہے رہبر چاندنی

حشر کے دن فاطمہؑ کا چاند ہوگا جلوہ گر
دھوپ پر چھا جائے گی یوں روزِ محشر چاندنی

سلسلے شامِ غریباں تک پہنچ جاتے ہیں جب
میرے حق میں زہر ہو جاتی ہے اکثر چاندنی

اس کی نسبت سے لگے ہیں چاندنی میں چار چاند
تھی علیؑ کے چاند سے پہلے مکدّر چاندنی

ہے مددِ عباسؑ کی زائر کے حق میں زادِ راہ
چاند ہے منزل پہ اپنی رہ گزر پر چاندنی

میرے گھر کا ہے محافظ اب بنی ہاشم کا چاند
رات کو دیتی ہے پہرہ میرے گھر پر چاندنی

چاند کو عباسؑ سے نسبت جو حاصل ہو گئی
دیکھتی ہے دھوپ کو مغرور ہو کر چاندنی

ماہِ شعباں ہی میں چمکا تھا بنی ہاشم کا چاند
اس مہینے میں نکلتی ہے سہم کر چاندنی

آج کل ہے مدح کا عنواں بنی ہاشم کا چاند
چھا گئی ہے ان دنوں فکر و نظر پر چاندنی

ماہِ کامل ہیں نبیؐ کے گھر کے سب چھوٹے بڑے
ہو کسی کا جشن رہتی ہے برابر چاندنی

اِنعامِ مودّت

جواب حاضر ہے جو یہ پوچھے علیؑ کو ہم کیا سمجھ رہے ہیں
نہ صرف ممکن نہ عین واجب نہ رَب نہ بندہ سمجھ رہے ہیں

علیؑ کے حق میں خدا ہے واجب، ہمارے حق میں علیؑ ہے واجب
علیؑ کو ہم تو وجوب و امکاں میں ایک رشتہ سمجھ رہے ہیں

کسی کا دِل ہے علیؑ سے خالی تو کل ہیں کوثر پہ ہاتھ خالی
جو آج معیار سے ہیں واقف وہ کل کا نقشہ سمجھ رہے ہیں

ہمارے مولا کا ذکر کیا ہے، ذرا غلاموں کا ظرف دیکھو
جو بزمِ ذکرِ علیؑ میں آئے ہم اس کو اپنا سمجھ رہے ہیں

خدا کسی نے علیؑ کو مانا تو آپ کا حق کہاں سے چھینا
حضور فرعونیت میں خود کو ہی حق تعالیٰ سمجھ رہے ہیں

علیؑ کی اُلفت کے راستے میں خرد کے آگے ہے دِل کی منزل
خرد کی دُنیا کو کیا خبر ہے کہ اہلِ دِل کیا سمجھ رہے ہیں

نمازِ الفت میں ہے وہ سجدہ، علیؑ کے قدموں پہ میرا سر ہے
مَیں خوش ہوں مجھ کو خدا کے بندے علیؑ کا بندہ سمجھ رہے ہیں

بڑی صفائی سے کہہ رہا ہوں، علیؑ ہے خالق، علیؑ ہے رازق
جو میری نیت نہیں سمجھتے، نہ جانے کیا کیا سمجھ رہے ہیں

علیؑ کی اُلفت ہے کُلِّ نعمت تو پھر یہ جنت نہیں تو کیا ہے
بہت سے محرومِ عقل جنت کو کل کا وعدہ سمجھ رہے ہیں

بڑے فضائلِ حجاب میں ہیں، ہوئے جو ظاہر بہت ہی کم ہیں
جو دشمنانِ خرد ہیں ان کو بہت زیادہ سمجھ رہے ہیں

نگاہ کے زاویئے یہیں پر نصیریوں سے الگ ہوئے ہیں
جسے وہ جلوہ سمجھ رہے ہیں ہم اس کو پردہ سمجھ رہے ہیں

علیؑ ہیں جب مومنوں کے مولا تو صرف دعویٰ نہیں چلے گا
دلیلِ ایمان دیں وہ بڑھ کر جو اپنا مولا سمجھ رہے ہیں

مقابلے کا سوال ہی کیا؟ کرم کا اظہار ہے سلونی
بہت سے بے معرفت اسی کو علیؑ کا دعویٰ سمجھ رہے ہیں

علیؑ پہ صدیوں سے ہے جو غصہ وہ آج ہم پر اُتر رہا ہے
تو یہ غلامی کی ایک سند ہے ہم اس کو اچھا سمجھ رہے ہیں

یہ میری اُلجھن بنی ہے اختر، دلیلِ اتمامِ مظہریت
خدا بھی خوش ہے کہ لوگ مجھ کو علیؑ کا بندہ سمجھ رہے ہیں

مظہرِ کبریا

نہ شوقِ صادق نہ ذوقِ ایماں، تمہیں کہاں راستہ ملے گا
تمہاری عادت ہے ترکِ اولیٰ، تلاشِ مولا سے کیا ملے گا

علیؑ کو مانے جو عقلِ انساں، تو ذوقِ قربِ خدا ملے گا
زباں کو تطہیر، دِل کو قوت، نگاہ کو زاویہ ملے گا

یہی ہی تم تلاشِ حق میں، قریبِ کعبہ چلے تو آؤ
جدارِ کعبہ کی مسکراہٹ سے حق کا سیدھا پتہ ملے گا

خطوطِ امکاں کے سلسلے سب، سفر ہے اِک نقطۂ ازل کا
سمٹ گئے گر خطوط سارے تو نقطۂ تحت با ملے گا

کوئی مکاں ہو، کوئی زمانہ، یہ ہے تقاضائے لطفِ باری
جہاں جہاں راستے ملیں گے، وہاں وہاں رہنما ملے گا

خدا کا امکاں ہے غیر ممکن، وجوب ممکن ہے غیر واجب
وجوب و امکاں کی سرحدوں پر ہی مظہرِ کبریا ملے گا

علیؑ کو اللہ ماننے سے نصیریوں کی تھکن ہے ظاہر
خدا سے پہلے علیؑ ملیں گے، علیؑ ملیں تو خدا ملے گا

نظر خدا کی، علیؑ کی آنکھیں، زباں علیؑ کی، خدا کی باتیں
یہاں سنبھلنا ہے شرطِ لازم، یہیں سے اِک راستہ ملے گا

علیؑ ہیں مطلوبِ کُل طالب تو دوستو یہ سفر مبارک
مگر ہمیں راستے میں کون و مکاں کا اِک قافلہ ملے گا

عطائے خالق کی آخری حد، ولایتِ مطلقہ کا حق ہے
خدا سے مانگو علیؑ ملیں گے، علیؑ سے مانگو خدا ملے گا

فریب دیتی رہے یہ دُنیا، مگر ہم اتنا تو جانتے ہیں
علیؑ نے ٹھکرا دیا تھا جس کو اب ایسی دُنیا سے کیا ملے گا

کوئی چلا ہے جو سُوئے کعبہ، اُٹھائے ہاتھوں کو اپنے اختر
کسی کو بھائی، کسی کو مظہر، کسی کو مشکل کُشا ملے گا

نُورِ نامِ علیؑ کہکشاں کہکشاں

نقطۂ باسے تفصیلِ امکان تک نُورِ نامِ علیؑ کہکشاں کہکشاں
ذکرِ مولا علیؑ ایک سیلِ رواں موج در موج اور بیکراں بیکراں

شدّتِ عشق میں جب بھی آواز دو ہر طرف گُونج اُٹھتا ہے نامِ علیؑ
گوشہ ہائے زمیں ہیں طبق در طبق درمیانِ فضا آسماں آسماں

کیا خبر ہے نصیری پہ گزری تھی کیا، عبد یزداں صفت ایک ہی تو ہُوا
عشق کے فیصلے عقل پر چھا گئے ہوش کا پیرہن دھجیاں دھجیاں

بات مشکل کُشائی کی جب بھی چلی، نُورِ اوّل سے اِس دور تک آ گئی
لفظ در لفظ ہم نے سمیٹا بہت بات ہوتی گئی داستاں داستاں

اِک بہارِ مشیت ہے نامِ علیؑ، پھول کانٹے سبھی جس کے ممنون ہیں
گُل کے اَوراق سے خار کی نوک تک آج بھی ذکر ہے گلستاں گلستاں

رِ مُطلق ہے مولا تجلّی تِری، کوئی مِل جائے تو ظرف کی بات ہے
باغِ امکاں میں طوبیٰ ہو یا طُور ہو، روشنی ہی تری آشیاں آشیاں

بُغضِ حیدرؑ کی کچھ مار ایسی پڑی، بات چھپتی کہاں سامنے آ گئی
اپنی ہی نسل کا جائزہ لے کے وہ کچھ نظر آتے ہیں بدگُماں بدگُماں

راہِ ہستی پہ کس کا ہے بابِ کرم، ہر مسافر کو ملتا ہے صدقہ جہاں
جس کی بخشش کی اِک دُھوم ہے ہر طرف، راستے راستے کارواں کارواں

در زمان و مکاں، از اَزل تا اَبد، شرق سے غرب تک، عرش سے فرش تک
فرقِ کون و مکاں رہ گزر رہ گزر، نقشِ پائے علیؑ آستاں آستاں

گر خدا کہہ دیا تو غضب ہو گیا، عبدیت کا تعین بھی مشکل ہُوا
ہم توازن کو اپنے سنبھالے ہوئے رکھ رہے ہیں قدم درمیاں درمیاں

کس کو دُنیا میں ہے مشکلوں سے مفر، پھر بھی اختر ہمیں اس کی پروا نہیں
چپّہ چپّہ کڑی دھوپ حالات کی، لطفِ حیدرؑ مگر سائباں سائباں

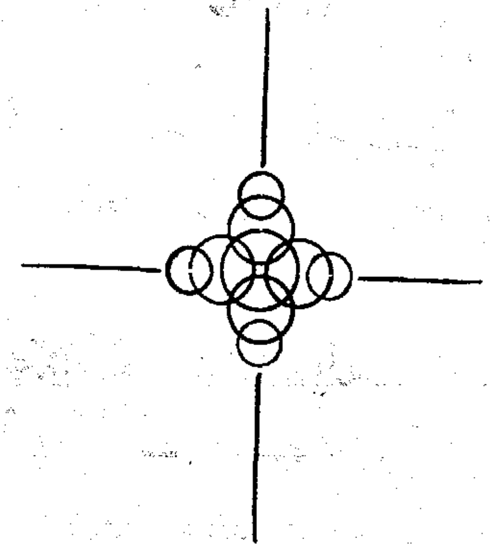

کُلِّ ایماں

جو اہلِ دَہر ہم سے جنگ پر تیار بیٹھے ہیں
تو ہم بھی نامِ حیدرؑ کی لئے تلوار بیٹھے ہیں

ہے جن کا آگ سے رشتہ انھیں پانی سے کیا نسبت
مقصّر جامِ کوثر کے لئے بے کار بیٹھے ہیں

ہمیں اس دَر سے نسبت ہے ہمیں سب سے محبت ہے
خوشی ہے باپ کی بیٹے کے ماتم دار بیٹھے ہیں

انھیں کچھ حق سے نسبت ہے نہ حق جُوئی کی خواہش ہے
علیؑ کے ذکر کی محفل میں جو بیزار بیٹھے ہیں

فرازِ منبرِ کوفہ سے حق محوِ تکلّم ہے
خدا کی شان سے یُوں حیدرِ کرار بیٹھے ہیں

شبِ ہجرت جو گھر میں سو رہا ہے کُلِ ایماں ہے
جو کافر ہیں وہ زیرِ سایۂ دیوار بیٹھے ہیں

وہیں ہم بیٹھ جاتے ہیں قدم آگے نہیں بڑھتے
جہاں دیکھا غلامانِ علیؑ دو چار بیٹھے ہیں

نقابِ رُخ اُلٹ کر اے علیؑ کے لال اب آجا
بہت سے اہلِ ایماں طالبِ دیدار بیٹھے ہیں

نجف کو جانے والو جب نکلنے کا ارادہ ہو
ہمیں آواز دے لینا کہ ہم تیار بیٹھے ہیں

درِ جنّت درِ شہزادیِ کونینؑ ہے اختر!
یہ وہ گھر ہے جہاں جنّت کے دو سردار بیٹھے ہیں

سیرِ ذاتِ علیؑ

میں تو کہہ دوں گا اگر مجھ سے پوچھا گیا یہ تو بتلا کہ بعد از خدا کون ہے
وہ علیؑ نام جس کا محمدؐ بھی ہے، بس وہی تو ہے اس کے سوا کون ہے

جس نے سُورج کو بھی راہ دکھلائی تھی، لوگ اس دَور میں اس کے ہمراہ تھے
کتنے بھولے تھے اس پر بھی سمجھے نہیں، ساری مخلوق کا رہنما کون ہے

حاجتیں انبیاء کی بھی پوری ہوئیں، جس کی رُوداد تاریخ کا جُز بنی
کوئی تاریخ سازِ ازل بھی تو ہے، کاش سوچو کہ حاجت رَوا کون ہے

ہے محیطِ زمانہ علیؑ کی نظر، یہ حقیقت ہے حیرت کی کیا بات ہے
دیکھنا تو خدا کی صفت ہے مگر، یہ تو دیکھو کہ عینِ خدا کون ہے

مشکلوں میں خدا کو پکارا کرو، پر یہ منصب تھا جس کا اُسے مِل چکا
خود محمدؐ بھی پڑھتے ہیں نادِ علیؑ، اب تو سمجھو کہ مشکل کشا کون ہے

یہ تو طے ہے کہ رازق خدا ہے مگر دینے والا نہ ہو تو ملے کس طرح
اس کے صدقہ میں جو کچھ ملا کھا گئے یہ نہ سوچا کہ دستِ خدا کون ہے

رَب سے پُوچھو، سلیماںؑ سے رضوان سے، رُوحِ قرآن سے اور میدان سے
صاحبِ قُل کفیٰ اِنّما ھَل اَتیٰ نقطۂ تحت با لافتیٰ کون ہے

جو بھی گزری ہو اس پہ ہمیں کیا خبر، فیصلہ تو نصیری نے کر ہی لیا
کچھ بچارے یہی سوچتے رہ گئے گر علیؑ عبد ہے تو خدا کون ہے

عقل ہی عقل ہے سیرِ ذاتِ علیؑ، ہم مقید ہیں زندانِ احساس میں
کون عرفانِ حیدرؑ کا دعویٰ کرے، اپنے احساس سے ماورا کون ہے

لوگ دیتے ہیں یُوں تو صفائی بہت، ذکرِ حیدرؑ ہی سب سے بڑی جانچ ہے
ہم تو چہروں سے پڑھتے ہیں رازِ دَروں، آپ کی نسل کو پوچھتا کون ہے

مگر یہ مانو کہ معراج کی بزم میں، اور کوئی نہیں تھا، سوائے نبیؐ
ماسوا اللہ کی حد پر نبیؐ خود ہوئے ماورائے حدِ ماسوا کون ہے

بغضِ مولا میں جلتا ہے سینہ اگر یہ تو انجام کی ابتدا ہے ابھی
آپ خود راہِ دوزخ پہ ہیں گامزن، جائیے جائیے روکتا کون ہے

ہم کو اپنے خدا کا تو یہ حکم ہے، پائے حیدرؑ پہ سجدے کیئے جاؤ تم
جو یہ کہتے ہیں جائز نہیں یہ عمل، وہ بتائیں کہ ان کا خدا کون ہے

قوسِ محراب میں گم ہے شیخِ حرم، تا بہ قوسین اس کی رسائی کہاں،
اُس کو اختر ہے قُربِ خدا کی طلب، یہ نہیں جانتا واسطہ کون ہے!

دامانِ رحمت

ہمیں کب کُنہِ ذاتِ شاہِ خیبر تک پہنچنا ہے
بس اِک سجدہ کی خاطر پائے حیدرؑ تک پہنچنا ہے

کہاں تک ہیں علیؑ کے نقشِ پا کس کو خبر ہو گی
ابھی تو کارواں کو صبحِ محشر تک پہنچنا ہے

جبینِ عرش منزل کا بھلا کیا تذکرہ کیجئے
ابھی دُنیا کو پائے شاہِ خیبر تک پہنچنا ہے

ابھی سلمانؓ کے عرفان تک ابوذرؓ بھی نہیں پہنچے
ہمیں پہلے تو عرفانِ ابوذرؓ تک پہنچنا ہے

علم لے کر تو کوئی فاتحِ خیبر نہیں ہوتا
جو فاتح ہو اُسے تو بابِ خیبر تک پہنچنا ہے

سفر کی آخری منزل، علیؑ کا دامنِ رحمت
ہر اِک مومن کو اپنے مستقل گھر تک پہنچنا ہے

امینِ وحی سدرہ سے چلو معراج پانے کو!
تمہیں شہزادیِ کونینؑ کے دَر تک پہنچنا ہے

نصیری نے تو واجب کہہ کے یارو جلد بازی کی!
ابھی تو عقل کو امکانِ حیدر تک پہنچنا ہے

خُمارِ عشقِ حیدر ٹوٹ سکتا ہی نہیں اختر
غدیری قافلے کو حوضِ کوثر تک پہنچنا ہے

شہزادیٔ کونینؑ

عرش پر مصطفیٰؐ کو بُلایا گیا، دہر میں آمدِ سیّدہؑ کے لئے
ابتدا جس کی دُنیا میں ایسی رہے، کیا کہا جائے گا انتہا کے لئے

ہوں وہ عباسؑ و زینبؑ کہ شبیرؑ ہوں، خاص نسبت اُنہیں سیّدہؑ سے ہوئی
عالمِ نُور سے بزمِ اسباب میں جو بُلائے گئے کربلا کے لئے

دعویٰ دارانِ احقاقِ حق تھے بہت مُختلف منزلوں پر جو رُکتے گئے
فاطمہؑ کا گھرانہ ہی آگے بڑھا، دین و ایمان و حق کی بقا کے لئے

فاطمہؑ کی کمائی تھیں وہ روٹیاں، تین دِن تک جو تقسیم ہوتی رہیں
سیّدہؑ کو وسیلہ بنایا گیا، بخششِ سورۂ ھل اتیٰ کے لئے

جس کی رحمت کے سایہ میں کونین ہیں، اس پہ سایہ فگن ہو گئی جو رِدا
عقل نے لاکھ چاہا نہیں مِل سکی کوئی تشبیہ بھی اِس رِدا کے لئے

کوئی منصب نہیں ہے تو کیا ہو گیا، جب نصاریٰ پہ اتمامِ حُجّت ہُوا
واسطہ سیّدہؑ کا ضروری ہُوا سیدالانبیاءؐ کی دُعا کے لئے

حُسنِ حسنؑ

بہ شانِ صُلح دیا حق نے بانکپن کا جواب
علیؑ کی شان، نبیؐ کا عمل، حسنؑ کا جواب

بہارِ گُلشنِ زھرا ہے اِس کے دامن میں
محال ہے کہ مِلے کربلا کے بَن کا جواب

نہیں ہے ان کا مقابل کوئی زمانے میں
کہ پنجتنؑ ہی سے مِلتا ہے پنجتنؑ کا جواب

علیؑ و فاطمہؑ، شبیرؑ اور نبیؐ کے سوا!
نہیں ہے عالمِ امکان میں حسنؑ کا جواب

ہماری فکر پہ حُسنِ حسنؑ کا سایہ ہے
کسی کے پاس نہیں ہے ہمارے فن کا جواب

ہمیں خبر ہے ستاروں کی کیا فضیلت ہے
یہ بزمِ نور ہے تاروں کی انجمن کا جواب

بُتانِ حرص کے آگے ہے جن کا دستِ سوال
کہاں سے لائیں گے وہ دستِ بُت شکن کا جواب

تمہارا عزم ہے اختر بیانِ حُسنِ حسنؑ
نہیں ہے دوست تمہارے بھی حُسنِ ظن کا جواب

ثنائے حسنؑ

گلدستۂ ثنائے حسنؑ کو سنوار کے
جنّت کو لا رہا ہوں زمیں پر اُتار کے

صبرِ حسنؑ، وغائے علیؑ، سجدۂ حُسینؑ
جلوے ہیں سب اطاعتِ پروردگار کے

کِس نے کہا کہ صُلح پہ مجبُور تھے حسنؑ
مظہر تھے یہ مشیّتِ پروردگار کے

حُسنِ حسنؑ کا کر کے گُلستاں میں تذکرہ
مَیں نے مزاج پُوچھ لئے ہیں بہار کے

اختر میں دوستوں کو یہ دیتا ہوں مشورہ
مشکل میں دیکھئے تو علیؑ کو پکار کے

یُوں مشیت سے دادِ اطاعت ملی، نامِ عباسؑ ہے آبروئے علَم
حکمِ ضبطِ شجاعت پہ غازی نے جب ہاتھ روکا تو اس کا صلہ مل گیا

حق یہ ہے آکے دُنیا میں عباسؑ نے میرے مولا کی حاجت کو پُورا کیا
وہ علیؑ خلق کا ہے جو حاجت رَوا، آج اس کو بھی حاجت رَوا مل گیا

مشک خَم ہو کے عباسؑ بھرنے لگے، سطحِ دریا پہ تصویر سی بَن گئی!
بہرِ دیدارِ عکسِ جلالِ علیؑ شیرِ حیدرؑ کو اِک آئینہ مل گیا

نامِ عباسؑ میری زباں پر جو ہے، آ رہی ہے ترائی کی ٹھنڈی ہوا
مدح گوئی کے پُر نور ماحول میں، آج جنّت کا اختر مزہ مل گیا

تمنّائے علیؑ

مدح بابُ الحوائج حضرت ابوالفضل عباس علیہ الصلوٰۃ والسّلام

عباسؑ کی مدحت کے جذبے اب لفظ و بیاں تک آ پہنچے
افلاک پہ چرچے ہوتے ہیں انسان یہاں تک آ پہنچے

شبیرؑ سے جو کچھ ملتا ہے، عباسؑ وسیلہ بنتے ہیں
پیہم جو دُعائیں کیں ہم نے اس رازِ نہاں تک آ پہنچے

عباسؑ کو میں جو کچھ سمجھا، مت پُوچھئے مجھ سے کیا سمجھا
عرفان میں یہ کب لازم ہے ہر بات زباں تک آ پہنچے

عباسؑ کی صورت کا نقشہ، لفظوں کے سہارے کیا بنتا
اِتنا تو ہُوا اِس کوشش میں ہم حُسنِ بیاں تک آ پہنچے

اِک سجدۂ عرفانی کے لئے درکار رہیں تیرے نقشِ قدم
عباسؑ مری پیشانی کے ارمان یہاں تک آ پہنچے

عباسؑ اِک ایسا جوہر ہے حیدرؑ نے تمنّا کی جس کی
اے عقل مقامِ سجدہ ہے جب بات یہاں تک آ پہنچے

اس منزلِ اعلیٰ تک اختر بوذرؑ کی نظر بھی جا نہ سکی
عرفانِ علیؑ کی راہوں میں سلمانؑ جہاں تک آ پہنچے

قصائد

حضرت علی / جنابِ سیدہ ○ آبروئے صداقت ۷۵
حضرت امام حسن ○ قلبِ مشیّت ۸۲
○ تطہیرِ ذکر و فکر ۸۹
○ شعورِ آگہی ۹۳
○ کرب و بلائے صُلح ۹۷

آبروئے صداقتؑ

(قصیدہ، مدح مولائے کائناتؑ و شہزادیِ کونینؑ)

کیوں نہ جانے آج میرا دِل۔ ہے اِتنا بے قرار
اب تو میرے ذہن پر فن کی لطافت بھی ہے بار
ہائے یہ دُنیا تجارت گاہِ اخلاص ووفا
آدمی خود بیچتا ہے آدمیّت کا وقار
دید کے قابل ہیں اب اہلِ نظر کی سازشیں
آج گوہر سے زیادہ ہیں صدف کے کاروبار
گر کبھی محفوظ رہ جائے خزاں کے ہاتھ سے
باغباں خود چھین لیتے ہیں گُلستاں کی بہار
پھُول بِک جاتے تھے پہلے یہ سِتم بھی کم نہ تھا
اب تو خوشبُو بیچ دیتے ہیں چمن کے ٹھیکہ دار
وارثِ مُلکِ سلیمانؑ، ہُدہُد آوارہ گرد
یوسفِ فن ہے غلامِ گردشِ لیل ونہار

اب تو حق کی موت کا بازار اتنا گرم ہے
آج کل زوروں پہ ہیں دفن و کفن کے کاروبار

اب خرد کے قافلے کی ہے یہی شانِ سفر
سب سے پیچھے رہنما ہے سب سے آگے ہے غبار

اِس سے بڑھ کر اور توہینِ بشر کیا ہو کہ ہے
دردِ دِل کا اعتباراتِ اضافی میں شمار

جن کو دعویٰ ہے حفاظت کا مجاور بن گئے
اپنے ہاتھوں سے بنا کر خود شریعت کا مزار

حق اَدا ہوتا ہے یُوں بھی آج کل تعظیم کا
ہاتھ پر بوسہ مگر دِل میں عداوت کا غبار

مَیں سرِ محفل کسی کو معتبر کیسے کہوں!
میرِ محفل ہو گیا ہے آج خود بے اعتبار

ایسے بگڑے دَور میں عرضِ ہُنر سے فائدہ
جب کہ ہے فکرِ سُخن مجروح فکرِ روزگار

ہاں مگر جب ذکرِ آلِ مُصطفےٰ کرتا ہوں میں
دُور ہو جاتا ہے اِس عالَم میں ذہنی اِنتشار

اپنی تسکیں کے لئے دُنیا میں اِک چوکھٹ تو ہے
سر جُھکا دیتا ہوں مِل جاتا ہے بس دِل کو قرار

اپنا مَسلک ہے یہی اُن کی مُصیبت اپنا غم
اُن کے گھر کی ہر خوشی اپنے گلستاں کی بہار

آج اظہارِ مسرّت میں کمی جائز نہیں
پنجتنؑ کی شان میداں میں ہوئی ہے آشکار

جب دلائل سے نہیں ہوتے مَسائل حق کے طَے
پھر مشیّت اِس طرح ہوتی ہے گرمِ کارزار

گھر سے باہر آ ہی جاتے ہیں صداقت کے نقیب
ہو مدینہ کی زمیں یا کربلا کا ریگ زار

ہے اَزل سے اہلِ حق کے واسطے انعامِ حق
اور جھُوٹوں کا مقدّر لعنتِ پروردگار

بس اسی معیار پر طے ہو گیا وقت و مقام
اور نصاریٰ کر رہے تھے اہلِ حق کا انتظار

عورتوں، نفسوں کو اور بیٹوں کو تھی لانے کی شرط
اِس طرح میداں میں آئے احمدؐ عالی وقار

گود میں شبیرؑ پہلو میں حسنؑ، پیچھے علیؑ
درمیاں تھیں فاطمہؑ اطراف عصمت کا حصار

یُوں تو تھی آیت میں گنجائش مگر کوئی نہ تھا
طبقۂ نسواں سے اِلّا کفوِ شاہِ ذُوالفقار

میری شہزادی کا یہ اعجاز دُنیا دیکھ لے
فاطمہؑ پردے میں ہے لیکن صداقت آشکار

فاطمہؑ اُمّ الائمہ، عارفہ، زہرا، بتولؑ
طیّبہؑ، حق کی محافظ، عابدِ شب زندہ دار

نُورِ حق، جُزوِ رسالت، عالمہ رازِ خدا
طاہرہ صدیقۂ کُبرٰی نبیؐ کی ورثہ دار

مادرِ حسنینؑ، بنتِ مصطفٰے، کفوِ علیؑ
سیّدہ، شہزادیِ کونین، نُورِ کردگار

رُوحِ کوثر، مرکزِ تطہیر، جانِ ھَل اَتٰی
جس کے گھر میں دید کے قابل ہے قرآں کی بہار

تُو بہ خلوت محوِ ذکرِ خالقِ کون و مکاں
تُو بہ دربارِ خلافت کشفِ حق کی ذمہ دار

جب فدک کے مسئلہ میں گفتگو آگے بڑھی
تُو نے قرآنی دلائل سے کیا حق آشکار

تیری حق گوئی کے آگے فرقِ ظالم سرنگوں
ہے ترے زورِ بیاں سے فہمِ باطل شرمسار

تیرا لہجہ قلبِ باطل کے لئے نوکِ سناں
تیرا خطبہ ظلم کی گردن پہ اِک بھرپور وار

تیرا آئینِ تخاطب فی سبیل اللہ جنگ
تیرا اندازِ تکلّم ہم مزاجِ ذوالفقار

تیری چادر میں نبوّت ڈھونڈتی ہے خود پناہ
زیرِ سایہ جس کے پلتا تھا محمدؐ کو قرار

لُطف و قہرِ رب کا اِک میزان ہے جس کا مزاج
فاطمہ زہراؑ مجسّم مرضیِ پروردگار

مثلِ رب ہوتا روا حق میں ترے کُفواً اَحد
گر نہ ہوتا کفو تیرا مظہرِ پروردگار

یُوں تو ذکرِ فاطمہؑ زہرا ہی تھا مقصد مِرا
اب ارادہ ہے کروں کچھ مدحِ شاہِ ذُوالفقار

اَمرِ رب، جانِ رسالت، نُورِ حق، رازِ خدا
باعثِ اتمامِ نعمت، انبیاؑ کا ورثہ دار

ساقیِ کوثر، قسیمِ خُلد، میزانِ ولا
برزخِ کبرٰی، صراطِ حق، امامِ ذمہ دار

مرتضیٰؑ، شاہِ نجفؑ، مولا علیؑ، مشکل کُشا
شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار

تاجدارِ ھَل اَتٰی و اِنّما و قُل کفٰی!
جس کی صورت پر ہُوا ہر سورۂ قرآں نثار

کفوِ زہراؑ، بھائی احمدؐ کا، پدر حسنینؑ کا
تیرے ہر رشتہ سے ہے تطہیرِ کاملِ آشکار

تیری صورت، صورتِ حق، نفس تیرا، نفسِ حق!
عینِ حق تیری نظر تُو مظہرِ پروردگار

لوحِ محفوظِ مشیّت تیری نورانی جبیں
تیرے ابرُو کا اشارہ گردشِ لیل و نہار

تیرے دامن میں نبوّت کو بھی ملتا ہے سکوں
تیرا پہلو ہے محمّدؐ کے لئے جائے قرار

نسلِ کافر میں بھی ایماں کو ملی تجھ سے پناہ
عدل سے چلتی تھی اور رُکتی تھی تیری ذوالفقار

تُو شبِ ہجرت بہ شانِ مصطفےٰؐ محوِ سکوں
اور شبِ معراج پردے میں بجائے کردگار

تُو بہ محرابِ عبادت محوِ ذکرِ کبریا
تُو سرِ منبر مکمل کشفِ حق کا ذمہ دار

تیرے ارشادِ سلونی سے یہی ظاہر ہُوا
ہے ترا علمِ حضوری بحرِ ناپیدا کنار

تیرا نائب ہوگیا عاشور کو عباسؑ جب
تو بھی بیٹے کی نیابت میں بنا ہے پہرہ دار

تُو ہے ساقی بھی سخی بھی اور ہم تیرے فقیر
میکدہ میں جوش پر ہے رحمتِ پروردگار

ساقیا رندوں کا نعرہ ہے کہ میداں میں پلا
آج گھر کو چھوڑ کر نکلی ہے جنّت کی بہار

ہم ترے گھر کے پُرانے مانگنے والوں میں ہیں
ہم ہیں تیرے میکدے کے خاندانی بادہ خوار

لاکھ کوشش کر چکی دُنیا مگر کیا ہو سکا
کم نہیں ہوتا کبھی تیری محبت کا خُمار

تیرے میخانے کے دشمن ہم سے پسپا ہو چکے
ہم رہے بے خود سرِ دربار اور بالائے دار

ساقیا عباسؑ کا صدقہ یہ مستی کم نہ ہو
دن بہ دن بڑھتا ہی جائے بے خودی کا اعتبار

پھر اسی مستی میں مولا تا بہ کوثر سب غلام
یا علیؑ کہتے ہوئے پہنچیں قطار اندر قطار

ذرّۂ خاکِ قدم ہُوں اس لئے اختر بھی ہُوں
اے زہے قسمت جو تُو کر لے غلاموں میں شمار

قلبِ مشیّت

قصیدہ در مدح امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

زمیں نے جب وجودِ آدمی سے آبرو پائی
اسی دن سے ہوئی دُنیا میں اِک ہنگامہ آرائی
یہ دُنیا عالمِ اسباب و تاثیرات کی دُنیا
یہ دُنیا مادّیت سے ہوئی جس کی پذیرائی
یہ دُنیا عقل جس کی تجربہ کا اِک ذخیرہ ہے
یہ دُنیا جس کی قسمت میں فقط مجہول دانائی
یہ دُنیا اِک فریبِ مستقل ہے ایک افسانہ
یہاں محفل کے ہر ایک خواب کی تعبیر تنہائی
یہاں خلوت نشیں انساں سے زنگِ خونِ دل لیکر
تہی احساس کر لیتے ہیں اپنی عزت افزائی
اِسی دُنیا میں ہیں اہلِ خرد اہلِ نظر ایسے
جنھیں ملتی نہیں توفیقِ دانائی و بینائی

کبھی ظالم نے اپنے ظلم پر انعام پایا ہے
کبھی مظلومیت نے ظلم سہنے کی سزا پائی
کنوئیں میں پھینک کر یوسفؑ سے بھائی کو یہی دُنیا
سُوئے یعقوبؑ روتی اور سینہ پیٹتی آئی
یہ دُنیا ناشناسِ جوہرِ حُسن و جمال ایسی
سرِ بازار یوسف بک گئے دُنیا نہ شرمائی
عذابِ نیل سے موسیٰؑ کے صدقہ میں جو بچ جائیں
لبِ ساحل وہ کر دیں سامری کی ہمت افزائی
یہ دُنیا خضرؑ سے تنہائیوں میں پوچھ کر رستہ
سرِ محفل سکھاتی ہے اِنہی کو جادہ پیمائی
بظاہر باغِ ابراہیمؑ کی جو مدح کرتے ہیں
پسِ آتش بھی رہتی ہے انہی کی کارفرمائی
یہ دُنیا جس کو ہے احساں فراموشی کی بیماری
شفا پا کر جو کرتی ہے مسیحائی کی رسوائی
یہ دُنیا ایسے مقتولوں کی وارث بھی تو بنتی ہے
کہ جن کے قتل کے منظر کی ہوتی ہے تماشائی
یہ دُنیا دوست بن جائے تو ساری خوبیاں دیدے
جو دشمن ہو تو پھر یہ چھین لے ہر ایک اچھائی

یہ دُنیا کب تھی اِس قابل مگر شانِ کرم کہئیے
مشیّت کو ہوئی منظور اس کی عزّت افزائی

یہی دُنیا نظر والوں کے حق میں رشکِ جنّت ہے
کہ اِس دُنیا نے نورِ پنجتنؑ سے آبرو پائی

جو یہ آئے تو اِن کے ساتھ حق کا علم بھی آیا
انہی کے علم سے اہلِ نظر نے روشنی پائی

مگر جب علم سے جاہل پہ حق واضح نہیں ہوتا
مجسّم ہو کے آجاتی ہے میدانوں میں سچّائی

کچھ ایسے ہی تقاضے تھے کہ حق نے سوئے پیغمبرؐ
نصاریٰ کو مقابل میں بُلانے وحی فرمائی

کہ ہم تم اپنے بیٹوں، عورتوں نفسوں کو لے آئیں
خدا کی لعن سے ہو جائے پھر جھوٹوں کی رُسوائی

نبیؐ اس شان سے تصدیق کے میدان میں آئے
کہ تھے ہمراہ بیٹی اور نواسے پُشت پر بھائی

انھیں دیکھا تو سردارِ نصاریٰ نے کہا بھاگو
"سرِ میداں جلالِ پنجتنؑ نے لی ہے انگڑائی"

یہ مجمع اپنی نوعیت کا ایسا منفرد مجمع!
صداقت پنجتنؑ بن کر سرِ میداں چلی آئی

یہ مجمع مختصر اللہ کا اِک لشکرِ اکبر
وہ لشکر جسمیں سب طاقت مشیت کی سمٹ آئی

وہ لشکر جس میں خود سردار لشکر کا ہراول ہے
محافظ دستہ لشکر رسول اللہؐ کا بھائی

بشکلِ میسرہ شبیرؑ آغوشِ پیمبرؐ میں
مجسّم میمنہ بن کر حسنؑ شبیرؑ کا بھائی

نہ پوچھو قلبِ لشکر کون ہے قلبِ مشیّت ہے
علیؑ کی کفو، شہزادوں کی ماں سرکار کی جائی

صداقت کی گواہی کا یہ میداں جیت کر پلٹے
اسی کا جشن کرتے ہیں جہاں میں سب تولّائی

گواہی کے لئے ہے شرط سب کا ہم زباں ہونا
ہے لازم ایک ہی معیار کے عقلوں کی یکجائی

مزاجِ عقلِ صالح حق پسندی سے عبارت ہے
مزاجِ عقل میں عادت کی کمزوری کہاں آئی

ہے فرقِ سال و سن لیکن کمالِ عقل یکساں ہے
کہ یُوں عقلِ محمدؐ پانچ شکلوں میں نظر آئی

گواہوں میں حسنؑ بھی ہے نبیؐ کی آنکھ کا تارا
علیؑ و فاطمہؑ کا لختِ دل شبیرؑ کا بھائی

یہ ثابت ہو گیا عقلِ حسنؑ عقلِ محمدؐ ہے
حسنؑ کی زندگی عقلِ نبیؐ کی جلوہ فرمائی

حسنؑ کے فیصلہ میں عقلِ پیغمبرؐ بھی شامل ہے
حسنؑ نے صلح فرمائی نبیؐ نے صلح فرمائی

حسنؑ کی زندگی اتمامِ حُجّت کا تسلسل ہے
اسے وہ جانتے ہیں عقل ہے جن کی تولّائی

حسنؑ جس کی جبیں ہے مطلعِ انوارِ رحمانی
زباں پہ نام آیا اور دل میں روشنی آئی

خمِ اَبرُو، صراطِ مستقیمِ حق کی اِک منزل
وہ آنکھیں جن کی مدحت باعثِ معراجِ بینائی

ترے ہونٹوں کی جُنبش وحیِ پیغمبرؐ سے کیا کم ہے
پیمبرؐ کی زباں تیرے دہن میں جب نظر آئی

ترا علمِ لَدُنّی اِک خزانہ ہے مشیّت کا
ترا صدقہ بِلا عِلمِ بشر نے آبرو پائی

ترے دستِ مبارک میں تھے جب گیسوئے پیغمبرؐ
ترے زیرِ اثر اس دم نبوّت بھی نظر آئی

زمانہ کیا جگہ دیتا، زمانہ کیا جگہ لیتا
کہ تُو نے بارہا دوشِ پیمبرؐ پہ جگہ پائی

یہ جشنِ فتحِ میدانِ صداقت ہے مرے مولا
تری سرکار میں حاضر ہیں سب زندانِ آبائی

تُو ابنِ ساقیِ کوثر سخی ابنِ سخی ٹھہرا
تُو مولا ابنِ مولا اور ہمارا ظرف مولائی

ترے گھر کی تو سقّائی بہت مشہور ہے مولا
نجف والے کی ہو یا کربلا والے کی سقّائی

ترے عباسؑ کا صدقہ ترے شبیرؑ کا صدقہ
عطا جامِ وِلا ہو منتظر ہیں تیرے شیدائی

وہ مَے جس کے لئے جبریلؑ دروازے پہ آتے تھے
وہ مَے جس کی طلب میں انبیاؑ کی صف نظر آئی

وہ مَے جو میثمِ تمّارؒ کر دیتی ہے اِنساں کو!
وہ مَے جو بُوذرؒ و سلمانؑ کی تقدیر میں آئی

وہ مَے جس کا اثر ایمان کا معیار ہے مولا
وہ مَے جس کے لئے درکار ہے ظرفِ تولّائی

بہ فتوائے لسانِ حق یہ مَے ہے صعبِ مُتصعب
زبانِ تیغ سے پیتے ہیں جس کو تیرے شیدائی

یہ محفل خاص تیرے گھر کے دیوانوں کی محفل ہے
بڑے ہی سر پھرے ہیں میرے مولا یہ تولّائی

مگر یہ بھی تو سُن لے اس قدر ہم سر پھرے کیوں ہیں
یہ آخر اس قدر مغرور کیوں ہیں تیرے شیدائی

یہ تیرے نقشِ پا پر سر جھکانے کا نتیجہ ہے
نہیں لاتے ہیں خاطر میں کسی کو تیرے سودائی

دُعا اختر کی یہ ہے بس یہی انداز ہو مولا
ہو چوکھٹ تیرے دَر کی اور جبیں کی عزّت افزائی

تطہیرِ ذکر و فکر

قصیدہ در مدحِ امام حسنِ مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام

مرے نزدیک یہ لمحہ ہے اظہارِ حقیقت کا
کہ اپنا جائزہ مسلک رہا اہلِ مودت کا

اجازت چاہتا ہوں آپ سے مَیں تلخ گوئی کی!
کسی بھی رُخ سے حق مجھ کو نہیں پندِ نصیحت کا

مَیں اپنے نفس کا خود جائزہ لوں گا سرِ محفل
کبھی تو حق ادا ہو جائے منبر کی صداقت کا

مجھے اعزازِ ذکرِ آلِ پیغمبرؐ تو حاصل تھا
مگر فکرِ سخن بھی تو تقاضا ہے طبیعت کا

کہاں مَیں اور کہاں شعر و سخن کے معرکے اختر
مگر یہ بھی تو ہے اِک سلسلہ اجرِ رسالت کا

علیؑ کے ذکر کی لذّت مجھے محفل میں لے آئی
تو میری شاعری میں ڈھل گیا جذبہ محبت کا

مگر کیا عرض کر سکتا ہوں جو کچھ دل پہ گزری ہے
کبھی اپنے ہیں بس اِس واسطے حق ہے شکایت کا

مَیں فنی لغزشوں کا دوستو رونا نہیں روتا
کہ ہُوں اِس باب میں خود معترف اپنی جہالت کا

مجھے معلوم ہے فکرِ سخن حسنِ عقیدت ہے
مگر شاعر پہ لازم ہے اثر مداح د مدحت کا

رقابت، ناروا تنقید، غیبت، طنز کے نشتر
یہ ہے کردار میرا اور مجھے دعویٰ مودّت کا

مجھے حیرت ہے اپنے ادعائے مدح گوئی پر
نجاست ذہن میں ایسی بیاں اہلِ طہارت کا

ہے جن کا ذکر وہ تطہیر کے مرکز ہیں عالم میں
تو ان کے ذکر سے کیا ربط ہے ذہنی نجاست کا

نمازوں کے لئے لازم ہے جیسے باوضو ہونا
طہارت ذہن کی واجب ہے وقت آئے جو مدحت کا

شریکِ بزم ہوکر دوستوں کے عیب گنتا ہوں
یہی مفہوم ہے محفل میں اب حسنِ سماعت کا

سرِ محفل جزاک اللہ میں بڑھ چڑھ کے کہتا ہوں
پسِ دیوار مجھ کو شوق ہے شاعر کی غیبت کا

مسائل میں جو شکّیات کا عالم ہے کیا جانے
کتابِ عشق میں ہے بابِ شکّیاتِ الفت کا

تجھے معلوم کیا ہے مبطلاتِ صوم کے حافظ
بڑا اک سلسلہ ہے مبطلاتِ ذوقِ مدحت کا

علیؑ کا عشق وصفِ مشترک ہے اہلِ ایماں میں
تو پھر اس میں کہاں پہلو نکلتا ہے رقابت کا

مَیں اِتنا بوجھ لیکر بزمِ مدحت میں کہاں جاتا
خیال آیا حسنؑ کا دل میں رُخ بدلا طبیعت کا

حسنؑ کا نام لیتا ہوں سنبھل جاتا ہے دل میرا
حسنؑ کے سامنے تھا مرحلہ صبر و شجاعت کا

بہ منشائے مشیت صُلح کی تلوار کھینچی تھی!
حسنؑ کو سامنا کرنا پڑا جھوٹی سیاست کا

سیاست سے امامت نے کچھ ایسی صُلح فرمائی
مخالف کے لئے ہے سلسلہ قائم ندامت کا

شرائط کو بنایا نامۂ اعمال ظالم کا
یہی انداز ہے دُنیا میں رحمانی سیاست کا

علیؑ کو ناسزا کہنا شعارِ کُفرِ اسلامی
اسے محفوظ کر دینا سلیقہ تھا امامت کا

حسنؑ ہے آفتابِ آسمانِ صبرِ پیغمبرؐ
حسنؑ کا دل ہے پیمانہ علیؑ کے دل کی قوت کا

نکھارِ باغِ زہراؑ، مظہرِ صبرِ نبیؐ آیا
مفسّر یہ بنے گا صلحِ پیغمبرؐ کی حکمت کا

اسی کا بھائی ہے شبیرؑ بھی عباسؑ غازی بھی!
اسی کا لختِ دل قاسمؑ بنا وارث شہادت کا

علیؑ والو چلو ساقی کے در پر جا کے ڈٹ جائیں
خوشی کی رات ہے سجدہ کریں پہلے عقیدت کا

پھر اس کے بعد اک نعرہ "تری اولاد کا صدقہ"
فقیر آئے ہیں کچھ انعام اس تازہ مسرت کا

اسی کی آمدِ مسعود کا جشنِ مسرت ہے
کہ جن کے پاؤں نے لوٹا مزہ دوشِ رسالت کا

شعورِ آگہی

قصیدہ در مدح امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

شرافت پر عجب دورِ گراں ہے — نشانِ ظلم قلبِ دوستاں ہے
یہی اب منطقِ اہلِ جہاں ہے — زمیں اوپر ہے نیچے آسماں ہے
مصیبت کارواں در کارواں ہے — محبت امتحاں در امتحاں ہے
ہے جس کو ادعائے قربِ موسیٰ — وہی فرعون کا بھی رازداں ہے
مسیحا اس کے نسخہ کا ہے محتاج — حکیمِ بے خرد کو یہ گماں ہے
سنے گا لحنِ داؤدی بھلا کون — سماعت غرقِ شورِ بیکراں ہے
جسے ہے ذوقِ مدحِ باغِ خلتؑ — وہی نمرود کا بھی مدح خواں ہے
ہے ہدہد دعویٰ دارِ سیرِ افلاک — سلیماںؑ ہے نہ اب تختِ رواں ہے
گریبانِ جنوں کا ذکر ہی کیا — یہاں دامنِ خرد کا دھجیاں ہے
لگائے کون اب یوسفؑ کی قیمت — عزیزِ مصر خود بے کارواں ہے
غرورِ آگہی کی نذر ہو کر — شعورِ آگہی اب نیم جاں ہے
حسابِ دوستاں ہے برسرِ راہ — کہ اب دل میں حسابِ دشمناں ہے

ہے بیڑا غرق عقل و آگہی کا — عجب الفاظ کا سیلِ رواں ہے
عبادت کم مگر چرچے زیادہ — خلوصِ بندگی باقی کہاں ہے
عدالت کیا رہے جب قاضیِ شہر — اسیرِ پنجۂ سود و زیاں ہے
کسے اب مدح کی فرصت ہے حاصل — یہاں ہر نفس خود کا مدح خواں ہے
نہیں ہے اب کوئی محتاجِ اصلاح — کہ ہر فنکار اب اہلِ زباں ہے
عقیدے اور عمل کے درمیاں اب — وجود اپنا ہی اِک سنگِ گراں ہے
عقائد کے گلے پر تیز خنجر — بنامِ منقبت گوئی رواں ہے
شکایت کیا کریں کس سے کریں ہم — کہ اپنے دانت ہیں اپنی زباں ہے
مگر مجھ کو جو کہنا ہے کہوں گا — یہ باطل کا نہیں حق کا بیاں ہے
ہے لازم مجھ پہ اظہارِ حقیقت — میں واقف ہوں یہ میرا امتحاں ہے
میں قیمت بھی ادا کرتا رہا ہوں — کہ حق گوئی بھی اِک جنسِ گراں ہے
مگر اس کے لئے ہے حلم درکار — اسی میں اب نجاتِ دو جہاں ہے
بہت تلخیِ دوراں سہہ چکا ہوں — مگر میری زباں شیریں بیاں ہے
سبب اس کا یہ ہے اہلِ تولّا — حسنؑ کا نام بس وردِ زباں ہے
ہے میری سربلندی کا یہی راز — جبیں میری حسنؑ کا آستاں ہے
حسنؑ ہے وارثِ صلحِ نبوّت — قلم ہی جس کا تیغِ بے اماں ہے
تو سوچو تیغ کیا ہوگی حسنؑ کی — وہ چل جائے تو پھر رُکتی کہاں ہے
حسنؑ کی تیغ کا ہے نام قاسمؑ — عمل تقسیمِ جسمِ دشمناں ہے

وہ جس کے بھائی شبیرؑ و عباسؑ — پسر قاسمؑ سا طفلِ نوجواں ہے
بیاں کیا کیجئے حسنِ حسنؑ کا — حسنؑ کہئے تو خود حُسنِ بیاں ہے
حسنؑ ہے مظہرِ حُسنِ مشیّت — جمالِ حق سراپا سے عیاں ہے
ہیں اَبرو جیسے توسینِ امامت — نظر جو شاہدِ کون و مکاں ہے
سماعت منزلِ فریادِ کونین — زباں اس کی مشیّت کی زباں ہے
وہ لب جن کی صفت شیریں کلامی — دہن جو مصدرِ سرِّ نہاں ہے
ہے چہرہ جس کا نورانی صحیفہ — تلاوت جس کی شغلِ عارفاں ہے
امامت جس کا وصفِ خاندانی — کلامِ حق گھرانے کی زباں ہے
محبت جس کی ہے ایماں کی پہچان — ولایت جس کی جانِ دوستاں ہے
مبارک ہو ترا ماہِ مبارک — حسنؑ کے نور سے روشن جہاں ہے
سحر ان کی محبت میں یہی ہے — کہ لازم جس میں ترکِ دشمناں ہے
ہے اعلانِ محبت با جماعت — حسنؑ کا نام بھی اپنی اذاں ہے
بہارِ اوّلیں ساقی مبارک — پلا دے مدح کا موسم جواں ہے
خدا تیرا خدائی بھی ہے تیری — کہ تو نفسِ خدائے لامکاں ہے
تو مظہر بھی ہے ربِّ لامکاں کا — تو قیدِ میکدہ تجھ کو کہاں ہے
ترے بیٹے کا ہے جشنِ ولادت — یہاں بھی اِک ہجومِ میکشاں ہے
یہ سب ہیں خاندانی پینے والے — خمارِ عشق چہروں سے عیاں ہے
ہے جنت بزم اور ممدوح ہے وہ — جو سردارِ جوانانِ جناں ہے

تو جنت میں ضعیفی کا گزر کیا — شریکِ بزم جو بھی ہے جواں ہے
پلا ایسی کہ ہم کو صبر آئے — مصائب ساز دورِ آسماں ہے
مگر اختر ترا ہے مست و بے خود
کہ اس کے حال پر تو مہرباں ہے

کرب و بلائے صلح

قصیدہ در مدح امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حق نما حق ادا ہے حسنؑ — مملکت حق، خدا ہے حسنؑ
نور اس کا ہے نورِ خدا — ابتدا، انتہا ہے حسنؑ
بند ہوتا نہیں اس کا در — ابنِ خیبر کشا ہے حسنؑ
ہے جو اسلام میں زندگی — یہ بھی تیری عطا ہے حسنؑ
ابنِ حیدرؑ شبیہِ نبیؐ — مرتضےٰ مصطفےٰ ہے حسنؑ
گر غلط ہے تو رد کیجئے — نورِ عینِ خدا ہے حسنؑ
تو نے جو بھی کیا فیصلہ — حق کا وہ فیصلہ ہے حسنؑ
صلح سے کتنے پردے ہٹے — کاشفِ ہر عطا ہے حسنؑ
ابنِ مشکل کشا ہی نہیں — خود بھی مشکل کشا ہے حسنؑ
تھا نگاہوں میں انجامِ صلح — حجتِ کبریا ہے حسنؑ
صلح اس کی طبیعت نہ تھی — تم نہ سمجھے کہ کیا ہے حسنؑ
کون سمجھے گا اس کا مزاج — ہم مزاجِ خدا ہے حسنؑ

جشنِ شاہِ شہیداںؑ ۱۵۲

جانِ شبیرؑ ۱۵۸

جہادِ زینبؑ ذی شان ۱۶۲

تبسّم علیؑ اصغرؑ بہار کی تکمیل ۱۶۷

جانِ انتظار ۱۷۳

سفرِ مودّت ۱۷۹

مظہرِ معبود ۱۵۱

حلوہ حیدر ۱۰۶

مرکزِ تعمیر ۱۱۱

وارثِ جلالت [illegible] ۱۱۵ — امام حسنؑ

رنگِ تسلیم و رضا 121 — ״

حسنِ امامت 132 — ״

بہار صلح و محبت 140 — ״

امام اہلِ محبت 146 — امام حسنؑ

مظہرِ معبود

مسدس، حضرت علی ابن ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام

فاطمہؑ بنتِ اسد آئی ہیں منزل کے قریب
ہے یقیں آج بدل جائے گا کعبے کا نصیب
لب پہ ہے ان کے دعا قلب سُوئے ربِّ مجیب
آمدِ مظہرِ معبود کا عُنواں ہے عجیب
ہے اشارہ کہ کہاں امرِ خدا رُکتا ہے
ہم جو آجائیں تو دیوار میں در بنتا ہے

وہ جبیں ہے کہ جسے لوحِ مشیّت کہیئے
ایسے اَبرو ہیں کہ قوسینِ ولایت کہیئے
خطِّ بینی کو خطِ قامتِ قدرت کہیئے
ایسا چہرہ ہے کہ اللہ کی صُورت کہیئے
وہ جو چُپ رہتا تو کیا جانیئے کیا ہوجاتا
اِک نصیری کا نہیں سب کا خدا ہوجاتا

وہ نظر ہے جو زمانے کو بصیرت دیدے
خلقتِ آدم و عالم کی شہادت دیدے
عرصۂ جنگ میں پیغامِ مسرّت دیدے
نسل کو دیکھ کے ایماں کی بشارت دیدے
جس کا اندازِ مشیّت کی اَدا ہے وہ علیؑ
جس کی آنکھوں سے خدا دیکھ رہا ہے وہ علیؑ

ایسی تنویر کہ جبریلؑ ہدایت مانگے
ایسی تفسیر کہ قرآن وضاحت مانگے
ایسی توقیر کہ اسلام بھی عزّت مانگے
ایسی تطہیر کہ کوثر بھی طہارت مانگے
تا بہ معبود جو بندے کو رسائی دیدے
ایسا فیاض کہ سلماں کو خدائی دیدے

جس کی تقریر پہ قرباں ہو بلاغت وہ علیؑ
جس کے الفاظ لغت کے لئے عزت وہ علیؑ
جس کے لہجے کی خدا کو ہے ضرورت وہ علیؑ
جس کی آواز ہے آوازِ مشیّت وہ علیؑ
شبِ معراج ہے شاہد کہ بجا کہتا ہوں
میں اس آواز کو آوازِ خدا کہتا ہوں

علم ایسا ہے کہ قرآن معانی مانگے
ایسا دریا کہ سمندر بھی روانی مانگے
ایسی ٹھوکر کہ مسیحائی بھی پانی مانگے
جس کے بچپن سے نبوّت بھی جوانی مانگے
جس کو سب اہلِ غرض عقدہ کُشا کہتے ہیں
حوصلے جن کے بڑے ہیں وہ خُدا کہتے ہیں

بزمِ اخلاق تھا جس کے لئے میدانِ جہاد
قوّتِ نفس تھی جس کے لئے سامانِ جہاد
جس نے خوں ریزی کو روکا ہے بعنوانِ جہاد
جس کی پیکار کا اِک نام ہے فیضانِ جہاد
جو کسی کو نہ ملی ایسی فضیلت لی ہے
جس نے مقتول سے بھی دادِ شجاعت لی ہے

وہ جو پتھر کو بھی انسان بنا دیتا ہے
ہو جو انساں تو مسلمان بنا دیتا ہے
پھر وہ اسلام کو ایمان بنا دیتا ہے
ظرف قابل ہو تو سلمانؑ بنا دیتا ہے
کس سے ممکن ہے جوابِ شہِ مرداں ہونا
انبیاء کا بھی مقدر نہیں سلماںؑ ہونا

درِ حیدرؑ سے شریعت کا پتہ ملتا ہے
مانگنے والوں کو پیغامِ بقا ملتا ہے
اس کے دربار سے مت پوچھئے کیا ملتا ہے
جس کو مل جائے علیؑ اس کو خدا ملتا ہے

ایسا بندہ ہے جسے لم یزلی کہتے ھیں
عبد و معبود کے رشتے کو علیؑ کہتے ھیں

ہم زمیں پر ہیں، زمیں جزوِ نظامِ شمسی
شمس مرکز ہے زمیں کے لئے ثابت ہے یہی
اسی گردش سے مہ و سال کی تقسیم ہوئی
ان ہی اوقات کے تابع ہوئے اعمال سبھی

مختصر یہ کہ شریعت سحر و شام سے ہے
اپنی دُنیائے عمل گردشِ ایام سے ہے

اب جو گردش کو بدل دے اُسے کیا کہتے ہیں
کیا تعجب ہے اگر لوگ خُدا کہتے ھیں
فکر کیوں کیجئے بے جا کہ بجا کہتے ھیں
ہم تو بدنام ہیں ہم حد سے سوا کہتے ھیں

تابعِ وقت جو کہدوں تو غلط بات کہوں
ایسے بندہ کو نہ کیوں خالقِ اوقات کہوں

وہ علیؑ خالقِ اوقات بہ حُکمِ داور
جس کے چہرے پہ ٹھہرتی نہیں سُورج کی نظر
جس کی تصدیق ہے ایماں کے مقدر کی سحر
جس کے جلوؤں سے نمایاں ہیں خُدائی تیور

جس کی خاطر سے سجایا گیا میدانِ غدیر
جس کی خوشبوئے وِلا جانِ گلستانِ غدیر

ہاں وہ میدان وہ سلماں کی نِدا باقی ھے
دعوتِ خیرِ عمل کی وہ صدا باقی ھے
حکمِ بلّغ میں مشیّت کی ادا باقی ھے
جس کی تعمیل سے پیغامِ خدا باقی ھے

حکمِ خالق جو ہُوا شاہِ مدینہ ٹھہرا
آج میدان میں رحمت کا سفینہ ٹھہرا

مل کے اصحاب نے تیار جو میدان کیا
رَب نے اسلام پہ اِک آخری احسان کیا
حق کا اظہار پیمبرؐ نے بصد شان کیا
لے کے اقرار بھری بزم میں اعلان کیا

تم نے تسلیم کیا نفس مرا اولیٰ ہے
جس کا مولا ہوں میں اس کا یہ علیؑ مولا ہے

جس کی ہر بات ہے احکامِ خدا کی تعبیر
جس کے ابرو کی شکن لوح و قلم کی تحریر
جس کے کردار سے ہوتی رہی حق کی تعمیر
فَسئَلُو آیتِ قرآن ہے سلونی تفسیر
علم کا اپنے یہ معیار بتایا جس نے
بھائی کی گود میں قرآن سنایا جس نے

روحِ توحید علیؑ شانِ عبادت کی قسم
جانِ ایمان علیؑ امرِ ولایت کی قسم
جوہرِ صبر علیؑ جوشِ شجاعت کی قسم
خالقِ لفظ علیؑ نہجِ بلاغت کی قسم
بحرِ ذخّار سے یوں گوہرِ یکتا نکلے
جب زباں اس کی کھلی علم کے دریا نکلے

پسِ پردہ ہو تو اللہ کا لہجہ ہے علیؑ
سامنے آئے تو معبود کا چہرہ ہے علیؑ
ذکرِ خالق ہو تو چڑھتا ہوا دریا ہے علیؑ
مدّعی جس کی نبوّت ہے وہ دعویٰ ہے علیؑ
حق پہ رہنا ہے تو اقرارِ علیؑ کرنا ہے
پھر خوشی آپ کی بے موت اگر مرنا ہے

خود ہی گم ہو گئے اِک ایسا نظارہ دیکھا
طور پر آپ نے کس نور کا جلوہ دیکھا
کچھ جو دیکھا بھی تو پھر کہہ نہ سکے کیا دیکھا
اے کلیمؑ آپ نے انجامِ تمنا دیکھا
شوقِ دیدار کی تفصیل سناؤ موسیٰؑ
لے کے اب نامِ علیؑ ہوش میں آؤ موسیٰؑ

راہِ تبلیغ میں ہر گام مصیبت ہوتی
حق کے پیغام کی کس طرح اشاعت ہوتی
تو سہارا جو نہ دیتا تو قیامت ہوتی
کتنی بدلی ہوئی تاریخِ نبوّت ہوتی
آج تک غش میں پڑے موسیٰؑ عمراں ہوتے
یوسفؑ مصر فقط یوسفؑ زنداں ہوتے

کُلِّ ایمان ہے توحید کا جوہر ہے علیؑ
جس کا ساحل ہی نہیں ایسا سمندر ہے علیؑ
جس کی تشبیہہ بھی مشکل ہے وہ پیکر ہے علیؑ
اے خوشا بخت کہ مومن کا مقدر ہے علیؑ
گردشِ وقت میں رہتے ہیں زمانے والے
ساتھ مومن کے ہیں تقدیر بنانے والے

ان کو خبر نہیں ہے کہ کیا چیز ہے کلام
ہوتا رہا ہے یوں بھی ھدایت کا اہتمام
مُصحف میں خود خدا نے لیا ہے نبیؐ کا نام
قرآں کا ہم مزاج رہا لہجۂ امام

بے مغز ہو کے اپنا ہی سر پھوڑتے ہیں لوگ
ہر مسئلہ پہ اب تو قلم توڑتے ہیں لوگ

کیا آدمی کی فطرت بیمار علم ہے
بتلائیے کہ تیزیِ گفتار علم ہے
کیا تخت و تاج و مسند و دربار علم ہے
کیا صرف حرف و لفظ کی تکرار علم ہے

ہر آدمی کے بس کا یہ سودا نہیں حضور
بچے خرید لیں یہ کھلونا نہیں حضور

پھر علم ہو تو دولتِ ایمان بھی ملے
راہِ طلب پہ منزلِ عرفان بھی ملے
قرآں کے ساتھ معنئ قرآن بھی ملے
دل صاف ہو تو نور کی پہچان بھی ملے

ہو سامنے جو علم تو گردن جھکائیے
حق جب سمجھ میں آئے تو حق مان جائیے

اور علم ہو جو شانِ نبوت لیئے ہوئے
ہر گام پہ پناہِ ولایت لیئے ہوئے
نفسِ رسولؐ شانِ بلاغت لیئے ہوئے
ہر بات پہ دلیل میں آیت لیئے ہوئے

پھر اس کے بعد بھی جو نصاریٰ اَڑے رہے
اپنی اَنا کے قعر میں خود ہی پڑے رہے

تب آ گیا یہ حکم کہ میداں سجائیے
بیٹوں کے ساتھ عورتوں نفسوں کو لائیے
جھوٹوں پہ ربِّ پاک کی لعنت کرائیے
سچّوں کی شان سارے جہاں کو دکھائیے

تفسیر کا حصار تھا آیت تھی درمیاں
میداں میں پنجتنؑ کی صداقت ہوئی عیاں

جن کا کلام جانِ بلاغت وہ فاطمہؑ
جو صاحبِ مزاجِ رسالت وہ فاطمہؑ
ہیں جن کے کفو شاہِ ولایت وہ فاطمہؑ
جن کا عمل ہے عینِ مشیّت وہ فاطمہؑ

ان میں بھی ہے وہ نور جو ہے بوترابؑ میں
یہ بھی ہیں ایک مظہرِ قدرت حجاب میں

خوش فاطمہؑ ہوں جس سے وہ مدح و ثنا کرو
عباسؑ یاد آ گئے شکرِ خدا کرو
دعویٰ جو ہے تو حقِ غلامی ادا کرو
دل کہہ رہا ہے ذکرِ خدائے وفا کرو
رُکنے کا میرے واسطے اب کیا سوال ہے
جب فاطمہؑ بھی کہتی ہیں یہ میرا لال ہے

ساقی پلا کہ آج ہے عیدِ مباہلہ
مومن ہیں جمع آج خوشی کا ہے مرحلہ
اتنی پلا کہ آج نہ باقی رہے گلہ!
یہ بھی ہے سچ کہ دل ہے بہر حال کربلا
کس طرح ان کے غم سے مسرت جدا رہے
ہاتھوں پہ جام آنکھ میں اشکِ عزا رہے

وارثِ جلالت مولائے کائناتؑ

(مدحِ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہے آج جس کے جشنِ ولادت کا اہتمام
حکمِ خدا سے اُس کا حسنؑ ہے حسین نام
ہے سبز رنگ رنگِ قبائے شہِ انام
تھا یہ پسندِ خاطرِ سلطانِ خاص و عام
آئینہ دارِ رنگِ امامت بنا ہوا
ہے سبز رنگ، رنگِ مسرت بنا ہوا

ان کی قبا ہے سبز، حسینیؑ قبا ہے سرخ
اِک گُل نبیؐ کا سبز ہے اور دوسرا ہے سرخ
ہے رنگِ صلح سبز تو رنگِ وغا ہے سرخ
یعنی مدینہ سبز ہے اور کربلا ہے سرخ
تحفے ہیں یہ خدا کی طرف سے دیئے ہوئے
یہ رنگ ہیں مزاجِ مشیت لیئے ہوئے

شاہد ہیں ان کے دورِ خلافت کے واقعات
ظلمت میں کھو گئی تھی شریعت کی کائنات
اُلجھے ہوئے تھے دینِ خدا کے معاملات
اِس دَور کو تھی حاجتِ حلّالِ مشکلات

بروقت دینِ حق کی حفاظت جو کر سکے
ایسا امام کارِ رسالت جو کر سکے

اُٹھے حسنؑ مزاجِ نبوت لیئے ہوئے
مولا کی طرح شانِ ولایت لیئے ہوئے
صد جلوۂ کمالِ امامت لیئے ہوئے
مٹھی میں اعتبارِ مشیت لیئے ہوئے

یوں صلح کی مزاجِ مشیت سنبھل گیا
دشمن کی سازشوں کا جنازہ نکل گیا

صلحِ حسنؑ، عدالتِ قرآں کا فیصلہ
صلحِ حسنؑ، سیاستِ یزداں کا سلسلہ
صلحِ حسنؑ، حفاظتِ ایماں کا مرحلہ
صلحِ حسنؑ، شعورِ مسلماں کا مسئلہ

پیماں شکن تو آج بھی رسوا ہے اے حسنؑ
اسلام تیرے صبر کا صدقہ ہے اے حسنؑ

کہتے ہیں لوگ صلح طبیعت کی بات ہے
یہ آلِ مصطفیٰ سے بغاوت کی بات ہے
یہ بات صرف بغض و عداوت کی بات ہے
صلحِ حسنؑ مزاجِ مشیت کی بات ہے

دشمن کو بے نقاب کیا حق بچا لیا
ظالم سے اعترافِ مظالم کرا لیا

طوفاں اُٹھے تو کب کوئی ساحل ہے ذمہ دار
کب کج روی کے واسطے منزل ہے ذمہ دار
ٹوٹے جو بات عہد شکن دل ہے ذمہ دار
اب جنگ ہو تو حق نہیں باطل ہے ذمہ دار

اب گفتگو نہ ہوگی کسی بد چلن کے ساتھ
حجت تمام ہو چکی صلحِ حسنؑ کے ساتھ

جو میر کاروانِ ہدایت ہے وہ حسنؑ
جس کا کمال ضبطِ شجاعت ہے وہ حسنؑ
عباسؑ جس کے قلب کی قوت ہے وہ حسنؑ
لشکر میں جس کے نورِ امامت ہے وہ حسنؑ

طاعت کے دائرہ میں شہ مشرقین ہے
فوجِ حسنؑ کا ایک سپاہی حسینؑ ہے

دینِ خدا تو وقت پہ امداد پا گیا
صُلحِ حسنؑ کا دُور تلک سلسلہ گیا
اِس راہ میں جہاد کا میداں بھی آ گیا
جذبہ حسنؑ کا تا بہ حدِ کربلا گیا

رُوداد کربلا میں نُمایاں مقام ہے
قاسمؑ حسنؑ کے حُسنِ شہادت کا نام ہے

قاسمؑ ترے جلال کی تصویر بن گیا
قاسمؑ ترے حسینؑ کی شمشیر بن گیا
جس کا جہاد صُلح کی تعبیر بن گیا
آیت ترا وجود وہ تفسیر بن گیا

یُوں کربلا میں صُلح کی تاویل ہو گئی
قاسمؑ سے تیری ذات کی تکمیل ہو گئی

پیشِ نظر ہے تیری شہادت کا واقعہ
تھا آلِ پاک کے لئے محشر کا معرکہ
وہ زہر تیرے واسطے خنجر کی دھار تھا
ایسا سِتم ہوا کہ کلیجہ اُلٹ پڑا

ایسا شدید زہر کا دِل پر اثر ہُوا
بس دیکھتے ہی دیکھتے ٹکڑے جگر ہُوا

بیٹے نے یُوں کمالِ تعلق بتا دیا
تھا وقت کا جو فصل اُسے بھی مِٹا دیا
لختِ جگر نے باپ کا عالَم دکھا دیا
قاسمؑ نے کربلا کو مدینہ بنا دیا

یہ کس کے دل کے ٹکڑے ہیں، یہ کس کی لاش ہے
قاسمؑ ہے یا حسنؑ کا جگر پاش پاش ہے

یہ محفلِ مسرّتِ دینِ بتولؑ ہے
غم کا بیاں نہ ہو یہ خوشی کا اُصول ہے
رونا نہیں دلیلِ مسرّت قبول ہے
رونا مگر تاسّیِ آلِ رسُولؐ ہے

پیدا ہوئے حسنؑ تو شہادت بیاں ہوئی
بے اختیار بنتِ نبیؐ نوحہ خواں ہوئی

رونے کا اس سبب سے ہمیں بھی جواز ہے
رونے سے اپنا ذوقِ وِلا سرفراز ہے
رونا شعورِ ناز، دلیلِ نیاز ہے
رونا ہمارا حج ہے، ہماری نماز ہے

جینا بھی غم کے ساتھ ہے مرنا بھی غم کے ساتھ
ہے آبروئے دینِ خدا چشمِ نم کے ساتھ

یہ چشمِ نم پناہِ ہزار آفتاب ہے
اس چشمِ نم پہ لطفِ خدا بے حساب ہے
یہ چشمِ نم تو جلوہ گہِ بوترابؑ ہے
اس چشمِ نم کے ساتھ دعا مستجاب ہے
نامِ حسینؑ لے کے حسنؑ کی ثنا کریں
وقتِ قبولیت ہے، چلو اب دعا کریں

تو وارثِ جلالتِ مولائے کائنات
محکوم تیرے سامنے دنیائے ممکنات
حاضر ہیں تیرے سامنے سارے معاملات
تو جانتا ہے ہر دلِ مومن کی واردات
مدّاح کا سلامِ عقیدت قبول ہو
صدقہ ترا ہماری عبادت قبول ہو

رنگِ تسلیم و رضا

مسدس، حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

مَیں جُدا اپنی روش اہلِ چمن رکھتا ہوں
کب مَیں اظہار میں اندازِ کہن رکھتا ہوں
مَیں کہاں سب کی طرف روئے سخن رکھتا ہوں
اپنے کردار پہ تنقید کا فن رکھتا ہوں
یہ الگ بات کہ اس بات میں اِک بات بھی ہے
جو مرا حال ہے آئینۂ حالات بھی ہے

علم و عرفان پہ یہ عہدِ خرد بھاری ہے
عدل کے نام سے آئینِ ستم جاری ہے
اب تو منطق بھی فقط ذہن کی عیاری ہے
عقل کا مصرفِ اوّل ہی ریاکاری ہے
علم اِک لفظ ہے جس کا کوئی مفہوم نہیں
مَیں وہ عالم ہوں کہ کچھ بھی مجھے معلوم نہیں

مردِ سفّاک سے آئینِ وفا پُوچھتے ہیں
نفسِ گُمراہ سے منزل کا پتہ پُوچھتے ہیں
قلبِ بے کیف سے اسرارِ دُعا پُوچھتے ہیں
لوگ بیمار سے ترکیبِ شفا پُوچھتے ہیں

جہل نے عِلم کے میداں میں زباں کھولی ہے
کتنے گُونگوں نے خطابت کی دُکاں کھولی ہے

ہوسِ زر کو تمنّائے بقا سمجھے ہیں
اپنے الفاظ کو فرمانِ خدا سمجھے ہیں
عَدل کو اہلِ شرافت کی خطا سمجھے ہیں
عِلم کو ماننے والوں کی عطا سمجھے ہیں

جھُوٹ کہتا ہوں تو سب لوگ دُعا دیتے ہیں
بے وفائی پہ مجھے دادِ وفا دیتے ہیں

لوگ ظاہر میں جُدا طرزِ بیاں رکھتے ہیں
کینہ و بُغض و حَسَد دِل میں نہاں رکھتے ہیں
جھُوٹ چل جائے گی کاذب یہ گُماں رکھتے ہیں
اور بھی لوگ مگر مُنہ میں زباں رکھتے ہیں

اب جو خاموش ہیں عزّت کے لئے ڈرتے ہیں
کتنے نادان ہیں جینے کے لئے مرتے ہیں

رُوح کے نُور کو ظلماتِ نفس کیا جانیں
سیرِ افلاک، گرفتارِ قفس کیا جانیں
سوزِ باطن کو غلامانِ ہوس کیا جانیں
وسعتِ فکر و نظر، مور و مگس کیا جانیں

حَیف ہے ذوقِ نظر عیشِ نظارا بن جائے
دینِ حق طالبِ دُنیا کا سہارا بن جائے

آج کے دَور میں دولت ہے شرافت کی دلیل
مال و اسباب کی کثرت ہے نجابت کی دلیل
ہے غلط گوئی پہ اصرار صداقت کی دلیل
سخت حیرت ہے کہ شہرت ہے لیاقت کی دلیل

لوگ کہتے ہیں بہت کچھ اِنھیں کہنے دیجئے
عِلم بُنیادِ فضیلت ہے تو رہنے دیجئے

کِس کو ہے دینِ محمدؐ کے شرف کا احساس
کیا سے کیا ہو گئی آئینِ الٰہی کی اساس
نَصِّ معصُوم کی پَروا ہے نہ قرآن کا پاس
عقلِ اوّل کی ہدایت بھی ہے ممنونِ قیاس

کیا عجب حکمِ خدا، منزلِ عبرت بن جائے
خواہشِ نفس اگر حکمِ شریعت بن جائے

نفسِ گُمراہ کو عزّت کا چلن کیا معلوم
خُوئے بدکار کو خوشبُوئے خُتن کیا معلوم
دستِ گُلچیں کو تمنّائے چمن کیا معلوم
فکرِ آوارہ کو تہذیبِ سُخن کیا معلوم

صورتِ جہل سے جب علم کا غازہ نِکلا
لفظ کے کاندھے پہ معنیٰ کا جنازہ نِکلا

یُوں مفادات کا جادُو کبھی چل جاتا ہے
بھائی آگے جو بڑھے بھائی کو کھَل جاتا ہے
ایسا اِنساں صفِ انساں سے نِکل جاتا ہے
ایک ہی خُون سہی رنگ بدل جاتا ہے

رُوح کو قالبِ حیواں میں ڈھلتے دیکھا
ہم نے کتنوں کو یہاں رنگ بدلتے دیکھا

لوگ کہتے ہیں کسی رنگ سے کیا ہوتا ہے
رنگ آئینۂ اوصاف نُما ہوتا ہے
کچھ نہ کہیئے بھی تو مفہُوم اَدا ہوتا ہے
رنگ ہنگامۂ بے صوت و صدا ہوتا ہے

رنگ تکمیلِ تمنّا کا اِک انداز بھی ہے
رنگ اظہار پہ آجائے تو آواز بھی ہے

رنگ کے ساتھ ہر اِک وقت اضافت ہے الگ
علم کا رنگ جُدا، رنگِ جہالت ہے الگ
رنگِ ذِلّت ہے الگ، رنگِ شرافت ہے الگ
رنگِ اُلفت ہے جُدا، رنگِ عداوت ہے الگ

ذہن کے ساتھ ہی تعبیر بدل جاتی ہے
وقت پر رنگ کی تاثیر بدل جاتی ہے

ہو سفیدی جو سحر کی تو سبھی کو بھائے
آنکھ میں ہو جو سفیدی تو نظر کیا آئے
اس کا دھبّہ جو بدن پر ہو بشر شرمائے
خُون میں ہو جو سفیدی تو دغا کہلائے

نظمِ اخلاق میں اِک صُورتِ مکاری ہے
جسم کے واسطے اِک قسم کی بیماری ہے

رنگ کالا بھی بہت خوب ہے لیکن یارو
میں جو اِک بات بتاتا ہُوں اسے یاد رکھو
اپنے ہاتھوں کو کسی کام میں کالا نہ کرو
جو سیہ قلب ہو تم اس سے بہت دُور رہو

رُوسیاہی کے لئے دہر میں قیمت کیا ہے
ایسے انسان کی ماحول میں عزّت کیا ہے

ہاں مگر جونؑ سے اس رنگ کو عزت بھی ملی
خانۂ حق کے وسیلے سے شرافت بھی ملی
یہی تاریخ میں ماتم کی علامت بھی ملی
اسی عنوان سے زینبؑ کی وصیت بھی ملی
غم کے ایام میں اس کی ہی عملداری ہے
اہلِ ایماں کا یہی رنگِ عزاداری ہے

سرخ وہ رنگ کہ جس کا ہے بہت تیز اثر
اس میں ہے ایسی جلالت کہ لرزتا ہے بشر
ہو جو چہرہ پہ تو دیتا ہے شجاعت کی خبر
کی اسی رنگ پہ سرور نے عنایت کی نظر
سرخ در سرخ ہوا یوں شہِ دلگیر کا رنگ
رخِ شبیرؑ پہ ہے اصغرؑ بے شیر کا رنگ

سبز وہ رنگ جو ہے باعثِ تسکینِ نظر
ہے یہی جوہرِ تسلیم و رضا کا مظہر
ہے اسی رنگ میں اک صلح کا انداز و اثر
اس کی تقدیر ہے کہلاتا ہے رنگِ شبرؑ
ہے مناسب کہ بہ منشائے خدا کہتے ہیں
آپ کو سب حسنؑ سبز قبا کہتے ہیں

سبز اور سرخ سے مضبوط ہے عالم کا نظام
وقت کے ساتھ بشر محوِ سفر ہے ہر گام
کبھی راہوں میں الجھنا کبھی منزل پہ مقام
سبز ہے اذنِ سفر سرخ ہے فرمانِ قیام
اذن جب تک نہ ملے کام کہاں چلتا ہے
ان ہی رنگوں کے اشارے پہ جہاں چلتا ہے

سبز اور سرخ کے رشتے بھی ہیں بے حد و حساب
فرق جلوؤں کا ہے اور اصل ہے پابندِ حجاب
سرخیِ روئے حنا پر بھی ملی سبز نقاب
سبز ڈالی پہ کھلا رہتا ہے کیا سرخ گلاب
غم کی صورت میں بھی یہ رنگ ملے رہتے ہیں
زخم جب سرخ رہے لوگ ہرا کہتے ہیں

دونوں شہزادوں کا یہ لطفِ فراواں دیکھو
کیا سے کیا ہو گئی تقدیرِ مسلماں دیکھو
خوں سے سینچا ہے حفاظت کا یہ عنواں دیکھو
سبز اور سرخ کا اعجازِ نمایاں دیکھو
سرخیِ خونِ شہیداں کو دعا دیتی ہے
آج تک دینِ محمدؐ کی ہری کھیتی ہے

ان میں ہر رنگ مگر واقفِ آداب بھی ہے
جن سے نسبت رہی یہ ان کے تصرّف میں رہے
شکلِ قاسمؑ میں سنور کر سوئے میداں جو گئے
کربلا میں حسنؑ سبز قبا سرخ ہوئے

دل تو ہر رنگ میں اللہ کا عاشق نکلا
ان کا ہر رنگ مشیّت کے مطابق نکلا

صلح نے اس کی ہٹائی رخِ باطل سے نقاب
صلح کا متن ہے مظلوم کا ظالم سے خطاب
بن گئی صلحِ حسنؑ صلحِ محمّد کا شباب
ہے یہی صلحِ حکومت کو امامت کا جواب

کیا سمجھتے ترا اقدام زمانے والے
ظلم سے جرم کا اقبال کرانے والے

حق ہر اک لفظ کو اک تیر بنا سکتا ہے
درقِ صلح کو شمشیر بنا سکتا ہے
لعن کو ظلم کی تقدیر بنا سکتا ہے
وہ شرائط کو بھی زنجیر بنا سکتا ہے

ایسی زنجیر کہ تا حشر جو لعنت بن جائے
صلح ظالم کے لئے طوقِ ملامت بن جائے

لوگ سمجھیں گے کہاں فکر ہی پُر نور نہیں
حق پہ تنقید کبھی عقل کا دستور نہیں
جنگِ بے محل مشیّت کو بھی منظور نہیں
وارثِ ملکِ خدا صلح پہ مجبور نہیں

قلبِ خود دار حوادث سے نہیں ڈر سکتا
صلح جو کر نہ سکے جنگ نہیں کر سکتا

فکرِ گمراہ نے کب وصفِ امامت سمجھا
جہل نے صلح کو پابندیٔ فطرت سمجھا
مظہرِ حق کو بھی محتاجِ طبیعت سمجھا
قلبِ کمزور نے کب رازِ شجاعت سمجھا

زورِ حیدر کا مخالف کو دکھایا تو نے
کربلا تک جو مدینہ سے بھگایا تو نے

کربلا میں بھی مگر ان کو اماں مل نہ سکی
لاکھ چاہا بھی تو دشمن کی کہاں جان بچی
بھاگنے کی کسی بزدل کو کہاں راہ ملی
قاسمؑ و اکبرؑ و عباسؑ کی تلوار چلی

صلح سے بھاگ کے آئے تو نکلنے نہ دیا
ایسا حملہ کیا دشمن کو سنبھلنے نہ دیا

حق نے کب اپنی طرف سے کوئی کاوش کی تھی
رحم کی خود ہی مقابل نے گزارش کی تھی
حاکمِ وقت نے خود صُلح کی خواہش کی تھی
اصلیّت یہ ہے نئے ڈھنگ سے سازش کی تھی
جو گڑھا کھودا تھا دشمن نے اُسے پاٹ دیا
دل کے حسنینؑ نے سازش کا گلا کاٹ دیا

صاحبِ سیف و قلم وہ حسنؑ سبز قبا
دوست دشمن سبھی کھاتے رہے جس کا صدقہ
صُلح کا رب ہے نصیری کے خدا کا بیٹا
اس کے آنے کی خوشی خاص ہمارا حصّہ
چشمِ نابینا کو تقدیرِ نظر کیا معلوم
شام والوں کو مدینہ کی سحر کیا معلوم

ہر طرف آج مودّت کی گھٹا چھائی ہے
تیرے میخانے کا جو رند ہے مولائی ہے
موجِ گُل تحفۂ خوشبوئے حِنا لائی ہے
ساقیا گھر میں ترے سبز بہار آئی ہے
جو بھی گُل سُرخ ہے سرسبز ہوا ہے ساقی
آج زخمِ دلِ بلبل بھی ہرا ہے ساقی

جن کے چہروں سے محبت ہے عیاں، بیٹھے ہیں
فکرِ سرسبز ہے جن کی وہ یہاں، بیٹھے ہیں
ذوقِ شاداب لئے اہلِ زباں، بیٹھے ہیں
سبزہ آغاز ہے جن کو وہ جواں، بیٹھے ہیں
آج کس رنگ کا محفل میں بیاں ہوتا ہے
ہر نگینہ پہ زمرّد کا گُماں ہوتا ہے

رند ہُوں اِس لئے سرشار رہا کرتا ہُوں
وجد میں آکے ترا نام لیا کرتا ہُوں
عفو فرما دے اگر کوئی خطا کرتا ہُوں
آج میں جوشِ محبت میں دُعا کرتا ہُوں
شوقِ دیدار میں مرتا ہُوں جِلا دے ساقی
اپنے ہاتھوں سے مجھے جام پلا دے ساقی

حسنؑ امامت

مسدس، امامِ حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

جشنِ حسنؑ کا آج یہاں اہتمام ہے
جس کی ثنا پسندِ خدا لاکلام ہے
جس کی وِلا نہ ہو تو عبادت حرام ہے
اے فکر اب سنبھل یہ ادب کا مقام ہے
اس کی ثنا کو ذوقِ عقیدت بھی چاہیئے
سُننے کو جس کے حُسنِ سماعت بھی چاہیئے

محفل یہ بزمِ ذکرِ شہیداں سے کم نہیں
منبر ہمارا تختِ سُلیماںؑ سے کم نہیں
یہ دورِ مدح، دورۂ قرآں سے کم نہیں
اِس کی نزاکتیں بھی رگِ جاں سے کم نہیں
مضمون کتنے ظُلم کی تحریر بن گئے
بے باک ہو گئے تو قلم تیر بن گئے

وہ نشترِ زبانِ شرربار کیا ہوئے
میثمؑ سکون سے ہیں، مگر دار کیا ہوئے
ذکرِ علیؑ کے دشمنِ غدّار کیا ہوئے
سترّ ہزار واعظِ بدکار کیا ہوئے
در در بھٹک رہے ہیں کوئی در ملا نہیں
دُنیا ملی تو کیا ہُوا منبر ملا نہیں

جب دینِ حق کے باب میں سازش ہو بے حساب
جب ظلم لا رہا ہو شریعت میں انقلاب
جب کُفر آئے ڈال کے اِسلام کی نقاب
دے سکتا ہے امام ہی مُنہ توڑ اِک جواب
یہ بھی تو کارنامۂ نفسِ کریم ہے
ایسے میں صُلح بھی تو جہادِ عظیم ہے

صُلحِ حسنؑ ہے صاف سا حق کا معاملہ
کچھ لوگ اس کو اب بھی سمجھتے ہیں مسئلہ
ہے اہلِ شام و اہلِ نجف کا مقابلہ
ہو کر رہے گا روزِ قیامت یہ فیصلہ
محشر کی صُبح اہلِ نجف کی نجات ہے
تقدیرِ اہلِ شام جہنّم کی رات ہے

اظہارِ صبر قلب کی قوت کی ہے دلیل
جو بھی عمل ہو ان کا امامت کی ہے دلیل
شمشیر بے نیام ہدایت کی ہے دلیل
اور تیغ روکنا بھی شجاعت کی ہے دلیل
دُنیا کو تبصرے کا کہاں اختیار ہے
ان کا عمل مشیّتِ پروردگار ہے

ان کی رضا مزاجِ مشیّت کے ساتھ ہے
یہ صلح اختیارِ امامت کے ساتھ ہے
ان کی نظر نظامِ ہدایت کے ساتھ ہے
صلحِ حسنؑ پیامِ شہادت کے ساتھ ہے
جو عقل رازِ صلحِ حسنؑ کو نہ پائے گی
پھر کربلا بھی اُس کی سمجھ میں نہ آئے گی

نامِ حسنؑ ہے حُسنِ امامت لئے ہوئے
حُسن و جمالِ وجہِ مشیّت لئے ہوئے
اسمِ خدا سے حُسن کی نسبت لئے ہوئے
صد اعتبارِ حُسنِ نبوّت لئے ہوئے
حُسنِ بیاں کی رُوحِ رواں ہے حسنؑ کا نام
المختصر کہ حُسنِ بیاں ہے حسنؑ کا نام

تاثیرِ اسم قابلِ صد فکر و غور ہے
نامِ حسنؑ میں کیفِ مودّت ہی اور ہے
صدیوں سے مے کشی میں یہی اپنا طور ہے
یہ دَور اپنے بارھویں ساقی کا دَور ہے
لیکن ہر ایک دَور میں سب دَور آ گئے
اِس میکدہ کے رند زمانے پہ چھا گئے

ساقی نرالی شان کا اِک بُوترابؑ ہے
نفسِ خدا ہے، نفسِ رسالتمآب ہے
جس شئے کو اس سے ربط ہے وہ لاجواب ہے
دستِ خدا میں جام نہیں، آفتاب ہے
ہر رات اپنی صبحِ تولّا میں ڈھل گئی
مومن کے حق میں گردشِ دوراں بدل گئی

اِس آستاں کے واسطے ہر ایک سر نہیں
بے اذن سُوئے جام مجالِ نظر نہیں
آدابِ میکشی کی جہاں کو خبر نہیں
دروازۂ علیؑ ہے کوئی رہ گزر نہیں
میخانۂ وِلا میں کہاں اِذنِ عام ہے
ہے جس کی نسل پاک اسی کا یہ جام ہے

دستِ خدا کا اہلِ ولا پر ہے فیضِ عام
مانگو تڑپ کے ہاتھ بڑھاؤ ملے گا جام
بس ایک رند کے لئے تھا خاص اہتمام
تاریخ میں ہے میثمِ تمارؓ جس کا نام
جب ہاتھ کٹ گئے تو خدا نے صلہ دیا
ساقی نے اپنے ہاتھ سے ان کو پلا دیا

بوذرؓ کا یہ عمل تھا کہ حق بات ہی کہو
کعبہ کے پاس پی کے یہ کہتے تھے اب سنو
بچوں کو اپنے عشقِ علیؑ کا پیام دو
ہو کوئی منحرف تو ذرا نسل جانچ لو
ناسازگار وقت میں ڈٹ کر پیا کئے
کعبہ کے در پہ آکے ابوذرؓ پیا کئے

سلمانؓ کو اہلبیتؑ سے نسبت بھی خاص تھی
آلِ نبیؐ سے ان کو محبت بھی خاص تھی
بیتِ علیؑ سے ان کو عقیدت بھی خاص تھی
اس گھر میں داخلہ کی اجازت بھی خاص تھی
کنزِ خفی کا صاحبِ سرِّ جلی کا گھر
سلمانؑ کا میکدہ تھا علیِؑ ولی کا گھر

عمارؓ وہ کہ غرقِ ولا انگ انگ تھا
پیری میں وہ شباب کہ ہر ایک دنگ تھا
صفین میں عروج پہ مستی کا رنگ تھا
میخانہ ان کے واسطے میدانِ جنگ تھا
پی کر لڑے کمالِ عقیدت دکھا دیا
جامِ ولا کو جامِ شہادت بنا دیا

شبیرؑ کے رفیق بھی مےکش عجیب تھے
باطل سے دور مقصدِ حق سے قریب تھے
ان میں سعیدؓ و وہبؓ و زہیرؓ و حبیبؓ تھے
یہ کربلا کے رند بھی کیا خوش نصیب تھے
یہ لوگ دستِ شاہِ شہیداں سے پی گئے
جب گردنیں کٹیں تو رگِ جاں سے پی گئے

بوئے مئے ولا جو فضاؤں میں ڈھل گئی
بے اختیار حرؓ کی طبیعت مچل گئی
آیا جو میکدہ میں بلا اس کی ٹل گئی
کیا دیکھتے ہی دیکھتے قسمت بدل گئی
انجامِ میکشی پہ نظر رکھ کے پی گیا
شبیرؑ کے رکاب پہ سر رکھ کے پی گیا

ساقی ہمیں بھی آج عطا سبز جام ہو
ہم پر نگاہِ لطف و کرم صبح و شام ہو
ہے آرزو قبول ہمارا سلام ہو
پینے کے بعد لب پہ فقط تیرا نام ہو
پینے کو روزہ داروں کا دل بیقرار ہے
ساقی ترے چمن کی یہ پہلی بہار ہے

ہے جلوہ گاہِ نورِ خدا فاطمہؑ کا گھر
یہ مرتضیٰؑ کا گھر ہے یہی مصطفیٰؐ کا گھر
روشن ہے اس سبب سے ہر اہلِ ولا کا گھر
میخانہ بن گیا ہے خوشی میں خدا کا گھر
رندوں کا آج خانۂ حق میں ہجوم ہے
ساقی حسنؑ کے جشنِ ولادت کی دھوم ہے

یاروں میں جانتا ہوں یہ مسجد ہے گھر نہیں
پینا حلال ہے تو کسی کا بھی ڈر نہیں
یہ مے وہ ہے کہ جس سے محب کو مفر نہیں
گر یہ نہیں تو کوئی عمل با اثر نہیں
کیوں بے سبب نمازِ مودّت قضا کریں
مسجد میں پی کے شکر کا سجدہ ادا کریں

پینے کے بعد رنج کے بادل بھی چھائیں گے
دل خوش ہے پھر بھی آنکھ میں آنسو تو آئیں گے
پلکوں پہ کچھ چراغ ابھی جگمگائیں گے
طوفاں اُٹھے تو ہم بھی کہاں تک دبائیں گے
اپنی حیات شدّتِ ماتم کے ساتھ ہے
ساقی تری خوشی بھی ترے غم کے ساتھ ہے

سوزِ جگر نہیں تو ہمیں کوئی کل نہیں
گریہ نہیں تو چین ہمیں ایک پل نہیں
یہ جزوِ زندگی ہے فقط اک عمل نہیں
کوئی محل ہو اشکِ عزا بے محل نہیں
یادِ حسنؑ کے ساتھ ہی سوزِ جگر بڑھے
اشکِ غمِ حسینؑ سے نورِ نظر بڑھے

بانیِ بزمِ خلد مکانی شہید[1] ہیں
داعیِ جشن بھائی ہیں میرے سعید[2] ہیں
فرزند ان کے نیک سیَر ہیں رشید[3] ہیں
سب عاشقانِ آلِ رسولِ مجید ہیں
میری دعا یہ ہے کہ انھیں کوئی غم نہ ہو
لیکن غمِ حسینؑ کبھی دل سے کم نہ ہو

[1] نواب شہید یار جنگ شہید مرحوم
[2] سعید الشعراء جناب سعید شہیدی
[3] جناب رشید شہیدی

بہارِ صُلحِ نبوّت

مدح حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

دوستو! آج زمانے میں یہ کیا ہوتا ہے
کون سمجھائے گا بے جا کہ بجا ہوتا ہے
کچھ جو کہہ دیجئے اِک حشر بپا ہوتا ہے
اور چُپ رہیئے تو ہنگامہ سوا ہوتا ہے

جو نظر آتا ہے کہہ دینے میں کچھ عار نہیں
چشمِ بینا کسی جلوہ کی طرفدار نہیں

کون عارف ہوا اقرارِ ولایت کے بغیر
کون چھُو سکتا ہے قرآں کو طہارت کے بغیر
سجدہ ممکن ہی نہیں قُرب کی نیّت کے بغیر
دوستو! روزۂ مومن نہیں سیرت کے بغیر

نفس کے وار جو اعمال پہ چل جاتے ہیں
کتنے روزے ہیں جو فاقوں میں بدل جاتے ہیں

کیسے اوصاف ہیں منسوب مرے نام کے ساتھ
صبح ہوتی ہے مری تذکرۂ شام کے ساتھ
میری گردش بھی ہے اب گردشِ ایام کے ساتھ
میرا روزہ بھی ہے پابندیِ احکام کے ساتھ

غیبتِ دوست کے لقموں سے سحر جاری ہے
آہِ مظلوم سے افطار کی تیاری ہے

شعر کس طرح سے ہو، فکر کو مہلت ہی نہیں
ذوقِ اظہار میں تہذیبِ مودّت ہی نہیں
آج ہم مست ہیں کل جیسے قیامت ہی نہیں
جنگ کا دور ہے اب صُلح کی فرصت ہی نہیں

ظُلم کی رات کے لب پر تو فغاں ہوتی ہے
یہ گزر جائے تو پھر حق کی اذاں ہوتی ہے

حرفِ آخر جو نبوّت نے سُنایا ہم کو
جلوہ خالق کا علیؑ نے بھی دکھایا ہم کو
حق کا اظہار بھی زہراؑ نے سکھایا ہم کو
کربلا والوں نے سَر دے کے بچایا ہم کو

جنگ لازم ہو تو پھر جنگ کی تعلیم بھی ہے
صُلح کا وقت جو ہو صُلح کی تفہیم بھی ہے

صُلح کے ساتھ ہی کردارِ حسنؑ یاد آیا
وہی مظلومِ جفا ظُلم شکن یاد آیا
ذہنِ باطل جو کچل دے وہ سخن یاد آیا
فکر کی راہ جو بدلے وہ چلن یاد آیا

صبر ہے جس کی مہک ہم وہ چمن والے ہیں
فخر کرتے ہیں کہ ہم لوگ حسنؑ والے ہیں

حق بدلتا نہیں تعبیر بدل سکتی ہے
شمع قائم رہے تنویر بدل سکتی ہے
ان کا منشاء ہو تو تقدیر بدل سکتی ہے
وقت پہ رنگ کی تاثیر بدل سکتی ہے

باطنِ سبز نکھرنے کا بھی موسم ہوگا
سبز جب سُرخ میں ڈھل جائے تو قاسمؑ ہوگا

جسمِ آدم پہ رہا ہے یہی آغاز کا رنگ
خوش نصیبی سے ملا خُلد کے انداز کا رنگ
ان کی نسبت سے بنا ہے یہ بڑے ناز کا رنگ
آج دُنیا کو نظر آئے گا آواز کا رنگ

گلشنِ ذکر میں اب اس کی عملداری ہے
لاکھ نقادوں پہ طوطی کی صدا بھاری ہے

قابلِ دید ہے کیا حیدرؑ ثانی کی بہار
یعنی عباسؑ ہیں مولا کی جوانی کی بہار
لبِ دریا بھی رہی تشنہ دہانی کی بہار
سب ہُوا، پر نظر آئی نہیں پانی کی بہار

پاؤں چھو لے یہ رسائی بھی کہاں لکھی ہے
موجِ دریا کے مقدر میں خزاں لکھی ہے

خطبۂ فاطمہ زہراؑ ہے صداقت کی بہار
اوجِ منبر پہ علیؑ نہجِ بلاغت کی بہار
بن گئی صُلحِ حسنؑ صُلحِ نبوت کی بہار
آخری سجدۂ شبیرؑ عبادت کی بہار

یہ نہ ہوتے تو کہاں دین کا گلشن ہوتا
شام کی خاک میں اسلام کا مدفن ہوتا

وہم ہی وہم ہے اس عالمِ فانی کی بہار
علم کے ساتھ ہے الفاظ و معانی کی بہار
لبِ حیدرؑ پہ سلونی ہمہ دانی کی بہار
نقطۂ 'با' میں نہاں سبعِ مثانی کی بہار

چھٹ گیا وہم تو ایک عالمِ معلوم ملا
عِلم کو نُطق ملا، لفظ کو مفہوم ملا

شب جواں ہو گئی میخانے میں ہو جائے نماز
لب پہ ہے نادِ علیؑ یعنی اذاں ہے آغاز
عشق والوں کی عبادت کا یہی ہے انداز
نیّتِ قُرب ہو، ساقی سے رہے نازونیاز

یادِ ساقی ہے مسلسل یہ قیام اپنا ہے
یا علیؑ وردِ زباں ہے یہ سلام اپنا ہے

میکدہ وہ ہے جہاں اہلِ وِلا ملتے ہیں
اہلِ دل، اہلِ نظر، اہلِ وفا ملتے ہیں
طالبِ قُرب ہیں مصروفِ دُعا ملتے ہیں
ایک ہی صف میں یہاں شاہ و گدا ملتے ہیں

تیری چوکھٹ پہ پڑے رہتے ہیں آرام کے ساتھ
چھیڑ چلتی ہے یہاں گردشِ ایام کے ساتھ

اِک خدائی تری جانب نگراں ملتی ہے
دولتِ دردِ زمانے میں کہاں ملتی ہے
شدّتِ عشق کو معراج یہاں ملتی ہے
کوئی جب دار پہ پی لے تو زباں ملتی ہے

کون کہتا ہے کہ میثمؑ کو سہارا نہ ملا
یوں بہا ذکر کا دریا کہ کنارا نہ ملا

ساقیا، گلشنِ ایماں میں بہار آئی ہے
قلبِ مومن کے لئے بن کے قرار آئی ہے
رُوئے قرآن کا بن کر یہ نکھار آئی ہے
عشقِ سلمانؑ کا لے کر یہ وقار آئی ہے

لن ترانی کے تکلف کو ہٹا دے ساقی
آج رندوں کو نگاہوں سے پلا دے ساقی

آپ رُک جائیے لیکن مجھے رستہ دیجئے
پھر مجھے شوق سے گمراہی کا تمغہ دیجئے
آپ عالم ہیں مجھے جہل کا طعنہ دیجئے
دل جو چاہے تو مجھے کفر کا فتویٰ دیجئے

حق یہ ہے بندۂ معبود نما کو دیکھا
مَیں نے مولا کو جو دیکھا تو خدا کو دیکھا

امامِ اہلِ محبت

(مسدس) حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

عقل حیراں ہے کہ تکوین میں حکمت کیا ہے
ہے بشر فعل پہ قادر تو مشیّت کیا ہے
وہ جو ہے عالم مطلق تو قیامت کیا ہے
ہم جو اشرف ہیں تو پھر مقصدِ خلقت کیا ہے
آئی آواز کہ حق اتنا ادا ہو جائے
تا بہ اِمکاں تمھیں عرفانِ خدا ہو جائے

تم کو ہر حال میں اِس راہ پہ آنا ہو گا
اب کوئی بحث نہ حجّت نہ بہانہ ہو گا
وہ جو میرا ہے اُسے دل میں بسانا ہو گا
میرا بندہ سہی سر تم کو جھکانا ہو گا
عبدِ مخصوص ولی ابن ولی کہتے ہیں
ایسے بندے کو حسینؑ ابن علیؑ کہتے ہیں

جس کی نصرت پہ نبوّت بھی سدا ناز کرے
جس کی لبیک پہ خالق کی ندا ناز کرے
ایسا سجدہ کہ محبّت کی ادا ناز کرے
عبد ایسا کہ عبادت پہ خدا ناز کرے
کس کو معلوم ہے میزانِ مشیّت کیا ہے
اب خدا جانے کہ اس سجدہ کی قیمت کیا ہے

میرے آقا تجھے خالق سے فضیلت بھی ملی
تجھ کو کلثومؑ سے زینبؑ سے محبّت بھی ملی
جو کسی کا نہیں حصّہ وہ شہادت بھی ملی
وقت کی قید سے آزاد حکومت بھی ملی
پیکرِ حسن و وفا صاحبِ احساس ملا
تیرے نانا کو علیؑ اور تجھے عباسؑ ملا

تیرا عاشق تیرے بچّوں کا سہارا عباسؑ
تیرا عارف تیرے رُتبہ کا شناسا عباسؑ
تیرا بھائی، تیرا لشکر، تیرا سایہ عباسؑ
علقمہ زیرِ قدم رکھ کے بھی پیاسا عباسؑ
اِذن ملتا تو عزائم کی خبر ہو جاتی
شام والوں کو جہنم میں سحر ہو جاتی

وہ تیرا اکبرِ ذی شاں تیرا ارمانِ دلی
تو ولی ابنِ ولی، وہ بھی ولی ابنِ ولی
ہم سنِ فاطمۂ ہمشکلِ نبیؐ نام علیؑ
جس کو میراث میں دادا کی سخاوت بھی ملی
دین کو اپنے لہو کی جو روانی دے دے
ایسا یوسفؑ کہ محمدؐ کو جوانی دے دے

ان کا کیا پوچھنا جو تیرے مددگار بنے
تیرے اصحابؓ تو ایمان کا معیار بنے
تو نے ذرّوں پہ نظر کی دُرِ شہوار بنے
اپنی تقدیر جو چمکی تو عزادار بنے
بزمِ امکاں میں یہ اعزاز بھی کم ملتا ہے
ہاں خدا چاہے تو شبیرؑ کا غم ملتا ہے

کربلا تیری زمیں عرشِ معلّا کا جواب
کربلا ہر دلِ مومن کی تمنّا کا جواب
خاک بھی ہے تری اعجازِ مسیحا کا جواب
تیرے ذرّوں کی تجلّی یدِ بیضا کا جواب
کربلا بکتی ہے کیا شئے تیرے بازاروں میں
انبیاء بھی نظر آتے ہیں خریداروں میں

دینِ اسلام پہ ہر رُخ سے ہے احسانِ حسینؑ
بشر و جن و مَلک سب ہیں ثنا خوانِ حسینؑ
حق سے واقف ہوا انسان بہ عنوانِ حسینؑ
غم کو پہچانا ہے دُنیا نے بہ فیضانِ حسینؑ
کتنے پُر نور ہیں مُنہ اشکوں سے دھونے والے
ہیں سفیرانِ غمِ عشق یہ رونے والے

مالکِ عصرؑ یہ انداز بتایا تو نے
سیلِ آزاد کو پابند بنایا تو نے
اس طرح وقت کو بر وقت رُکایا تو نے
وقت کو معجزۂ اَمر دکھایا تو نے
سر جُھکا کر ترے قدموں پہ عبادت کر لی
وقت نے بڑھ کے ترے ہاتھ پہ بیعت کر لی

وقت جلتی ہوئی شمعوں کو بُجھا دیتا ہے
وقت احساس کی شدّت کو دبا دیتا ہے
وقت یادوں کے کئی نقش مٹا دیتا ہے
تیری چوکھٹ پہ مگر سر کو جُھکا دیتا ہے
صاحبِ امرِ خُدا حق کا ولی آگے ہے
وقت پیچھے ہے حسینؑ ابنِ علیؑ آگے ہے

اے حسینؑ ابن علیؑ گھر کو لٹانے والے
پھر سے پیغام نبوّت کا سنانے والے
حق کے احکام کا مفہوم بتانے والے
اپنے ماتم میں زمانے کو رلانے والے
اپنے بابا کی روایت کو نبھایا تو نے
اپنا سر دے کے محمدؐ کو بچایا تو نے

وہ حسینؑ ابنِ علیؑ اہلِ محبت کا امام
جس نے ہر وقت بچایا ہے شریعت کا نظام
اعتباراتِ محبت میں نیا تھا یہ مقام
اس نے سجدہ میں خدا سے کیا اس طرح کلام
عبدیت کو ابدیت سے ملا دے یا رب
میں اٹھاتا نہیں سر تو ہی اٹھا لے یا رب

ٹھیک ہے جشن میں مجلس کے سے حالات نہیں
کربلا دل ہے تو پھر غم کا کہاں ساتھ نہیں
ہاں یہ تسلیم ہے اظہار کی یہ رات نہیں
پھر بھی رونا ہی جو آئے تو کوئی بات نہیں
یادِ مظلوم کا بدلا ہوا عنواں ہوگا
آنکھ نم ہو تو یہی جشنِ چراغاں ہوگا

ہیں علیؑ دل میں تو پھر شکر کا سجدہ کیجیے
دل ہی جنّت ہے تو جنّت کی دعا کیا کیجیے
ہاتھ اٹھانا ہی جو ٹھہرا تو پھر ایسا کیجیے
بس ہمیشہ یہی اللہ سے مانگا کیجیے
عقل و احساس کی راہوں میں اجالا ہی رہے
حبِّ حیدرؑ غمِ شبیرؑ زیادہ ہی رہے

جشنِ شاہِ شہیداںؑ

(مسدس: حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہم پر نزولِ رحمتِ یزداں کی رات ہے
یعنی ظہورِ معنیٔ قرآں کی رات ہے
اسلام کی حیات کے ساماں کی رات ہے
یہ رات جشنِ شاہِ شہیداںؑ کی رات ہے
در پر علیؑ کے جن و بشر کا ہجوم ہے
کونین میں حسینؑ کی آمد کی دھوم ہے

اللہ کے عظیم ارادے کی رات ہے
اسلام کی حیات بچانے کی رات ہے
ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہارے کی رات ہے
جبرئیل کے شرف میں اضافے کی رات ہے
حق کو یہی پسند ہے جھولا جھلائیے
بس ہو چکی نماز مصلّٰی اٹھائیے

جب فاطمہؑ کی گود میں وہ نور آ چکا
نورِ نظر کو دیکھنے حق کا نبیؐ گیا
بڑھ کے جونہی حسینؑ کو ہاتھوں پہ لے لیا
آنکھیں ملیں تو ایک نیا زاویہ بنا
آنکھیں تھیں یوں حسینؑ کے رخ پر جمی ہوئیں
محسن کے سامنے تھیں نگاہیں جھکی ہوئیں

ہاتھوں پہ لے کے بیٹے کو دیکھا کئے نبیؐ
تصویر کربلا کی نگاہوں میں پھر گئی
ہو گا اسی حسینؑ کے ہاتھوں پہ اک علیؑ
چہرہ خوشی سے سرخ تھا آنکھوں میں تھی نمی
یوں تھا خوشی سے غم کا تاثر ملا ہوا
شبنم سے تھا گلاب کا چہرہ دھلا ہوا

ہاں دوستو، مجھے وہ علیؑ یاد آ گیا
کہتی ہے جس کو خلقِ خدا شکلِ مصطفےٰ
ظاہر اسی کی ذات سے یہ معجزہ ہوا
قائم رہا نبیؐ کی جوانی کا سلسلہ
تاریخ میں جمال کی اونچا مقام ہے
یوسفؑ تو اس کے حسن کے صدقے کا نام ہے

اس گھر کا حکم بھی تھا زمانے میں لاجواب
ٹھہرا رہا علیؑ کے اشارے پہ آفتاب
لاتے رہے حسینؑ بھی فطرت میں انقلاب
عباسؑ ان کا بھائی تھا ہاشم کا ماہتاب
یہ چاند آکے امرِ امامت پہ رک گیا
غصہ جری کا حدِ قیامت پہ رک گیا

منزل پہ رک گئے کبھی محوِ سفر رہے
عباسؑ اپنے بھائی سے کب بے خبر رہے
سائے کی طرح ساتھ جو شام و سحر رہے
اک مقصدِ عظیم کے پیشِ نظر رہے
تھا ایسا احترام شہِ مشرقین کا
پڑتا نہ تھا زمین پہ سایہ حسینؑ کا

یہ ساتھ وہ ہے جس کا بڑا سلسلہ رہا
اہلِ نظر کے سامنے اک مرحلہ رہا
دیکھے کوئی نگاہ میں کب حوصلہ رہا
ہر وقت سب کے سامنے اک معجزہ رہا
چکر میں خود زمین ہے دن ہے کہ رات ہے
اک چاند آفتابِ امامت کے ساتھ ہے

پروردگار منزلِ وحدت میں لاشریک
شبیرؑ اپنی شانِ عبادت میں لاشریک
"والعصر" اعتبارِ شہادت میں لاشریک
قرآں کی بے مثال تلاوت میں لاشریک
وہ ربِ لامکاں، یہ شہِ مشرقین ہے
کون و مکاں میں ایک خدا، اک حسینؑ ہے

اب عقل کیا بتائے گی کیا ہو گئے حسینؑ
اس طرح اپنے حق سے ادا ہو گئے حسینؑ
اک عبدِ خاصِ ربِّ علیٰ ہو گئے حسینؑ
طاعت وہ کی، مثالِ خدا ہو گئے حسینؑ
سب جانتے ہیں عہدِ خدا استوار ہے
واللہ یہ تو وعدۂ پروردگار ہے

اہلِ نظر کی روح پہ چھایا غمِ حسینؑ
ظالم کو اک نگاہ نہ بھایا غمِ حسینؑ
کب قلبِ بے سواد نے پایا غمِ حسینؑ
حصے میں اہلِ ظرف کے آیا غمِ حسینؑ
جب تک خلش کو دل سے نکالا نہ جائے گا
کم ظرف سے یہ درد سنبھالا نہ جائے گا

مانگا جو اہلِ ذوق نے، کیا کیا نہیں ملا
صد حیف تم کو درد کا حصّہ نہیں ملا
بزمِ عزا میں روح کا تحفہ نہیں ملا
ہم کیا کریں جو غم کا سلیقہ نہیں ملا
اب اس سے آگے ہم کو کہاں اختیار ہے
تقسیمِ دردِ منصبِ پروردگار ہے

کون و مکاں گواہ ہیں، لوح و قلم گواہ
اسلام پر جو تو نے کیا، وہ کرم گواہ
عباسؑ کو جو تجھ سے ملا وہ علم گواہ
ترا قیام، تیرا سفر، تیرا غم گواہ
سجدہ ترا دلیلِ بقائے دوام ہے
جب تک خدا کا نام ہے تیرا بھی نام ہے

ایمان کی دلیل ہے ماتم کا احترام
قدرت نے خود کیا ہے ترے غم کا اہتمام
ہے دو جہاں میں حق کی طرف سے یہ انتظام
کوثر بھی کیا ہے، ذکرِ شہیداں کا اِک مقام
ہے یادگار قافلۂ تشنہ کام کی
محشر میں اک سبیل ہے پیاسوں کے نام کی

انساں کے دل میں درد سمایا حسینؑ کا
اعزاز یوں خدا نے دکھایا حسینؑ کا
کون و مکاں میں رنگ جمایا حسینؑ کا
قدرت نے خود چراغ جلایا حسینؑ کا
اب تا ابد ہوائے مخالف چلا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

جانِ شبّیرؑ

(مسدس : حضرت عباس علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کس نے خود اپنے کمالات کا اعلان کیا
کس کے کردار نے کافر کو مسلمان کیا
کس کی تفسیر نے قرآن کو قرآن کیا
کس کی تلوار نے اسلام پہ احسان کیا
بشر و جنّ و ملک جس کو ولی کہتے ہیں
وہی اک رازِ خدا جس کو علیؑ کہتے ہیں

جس کی تلوار بصد صبر و بصد شان چلی
کفر کو کاٹنے کھل کر سرِ میدان چلی
کس نزاکت سے بچاتی ہوئی ایمان چلی
بدر سے تیغِ علیؑ تا بہ نہروان چلی
قابلِ دید تھا اسلام کا اعزاز و حشم
زیب دیتا تھا یداللہ کے کاندھے پہ علم

وہ علم تھا جو پیمبرؐ کا بہ حکمِ داور
وہ عطا ہو گیا حیدرؑ کو بہ روزِ خیبر
گویا اللہ نے یہ کہہ دیا اس منزل پر
اے علیؑ سارا زمانہ ہے ترے پیشِ نظر
مالکِ لوح بھی تو ہے یہ قلم تیرا ہے
تو جسے چاہے عطا کر یہ علم تیرا ہے

جن کو ہونا تھا علم کے وہی حقدار بنے
وہ تھے دارائے امامت وہی سردار بنے
وہی وارث تھے علم کے وہی مختار بنے
فکر یہ تھی کہ کوئی بڑھ کے علمدار بنے
بن کے صد فخر مسیحا کا مسیحا آیا
میرے مولا کی کوئی بن کے تمنّا آیا

پھر علم دینے کی حیدرؑ نے جو تیاری کی
میرے مولا کی مشیّت نے طرفداری کی
کون لائے گا مثال ایسی وفاداری کی
روزِ عاشورہ کچھ اس طرح علم داری کی
اس لقب کا کوئی بندہ نہ طلب گار ہوا
نامِ عبّاسؑ کا جزو لفظِ علمدار ہوا

وہ علیؑ بن گیا حیدرؑ کی تمنا کی قسم
کربلا کا وہی مولا ہوا، مولا کی قسم
تشنہ لب رہ گیا سقہ، لبِ دریا کی قسم
اُس نے تلوار کو روکا ہے سکینہؑ کی قسم

نیتِ لطفِ نظارہ سے نہیں دیکھا ہے
اُس نے دریا کو نظر بھر کے نہیں دیکھا ہے

تو نے کی نہر سے گہوارۂ اصغرؑ پہ نظر
تیر برساتی تھیں دریا کی ہوائیں تجھ پر
مشک بھر کر بھی رہا تشنہ لب و تشنہ جگر
تو ترائی سے نکل آیا تھا غصہ پی کر

لبِ ساحل بھی ترا نقشِ کفِ پا نہ ملا
ڈھونڈتی رہ گئیں موجیں ترا سایہ نہ ملا

وہ علمدارِ حسینؑ "ابنِ علیؑ" جانِ وفا
شرحِ آئینِ وِغا، مطلعِ دیوانِ وفا
رہبرِ راہِ رضا، رونقِ ایوانِ وفا
نام بھی جس کا زمانے میں ہے میزانِ وفا

معجزہ ہے کہ بدورانِ وغا لکھی ہے
ہاتھ کٹوا کے بھی تاریخِ وفا لکھی ہے

ایسا لکھا ہے کہ ملتی ہی نہیں جس کی نظیر
جس کے پیغام پہ سر دھنتے ہیں سب اہلِ ضمیر
ورقِ موج پہ ہے آج بھی جس کی تحریر
نقشِ بر آب کو جس نے کیا پتھر کی لکیر

اِس طرح عشق کے احوال رقم ہوتے ہیں
بات بڑھ جائے تو پھر ہاتھ قلم ہوتے ہیں

سرِ میدانِ وغا تو ہے وِغا کا بھی امام
اہلِ تسلیم کا بھی، اہلِ رضا کا بھی امام
تو دعاؤں کا وسیلہ ہے، دعا کا بھی امام
تو وفا کا بھی امام، اہلِ وفا کا بھی امام

تجھ سے آگے کوئی بڑھ جائے تو بدعت ہوگی
تا قیامت ترے پیچھے یہ جماعت ہوگی

جہادِ زینبؑ ذی شان

(مسدس : حضرت عون و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام)

دنیا میں اتحاد کی صورت محال ہے
ہر واقعہ الگ ہے، جدا ہر مثال ہے
وہ اپنی راہ پر ہے جو اہلِ کمال ہے
یک رنگیِ عمل تو فقط اک خیال ہے
حیرت یہ ہے کسی کو کسی کی خبر نہیں
محوِ سفر تو سب ہیں کوئی ہمسفر نہیں

مشکل ہے دو نفوس ہوں اقدام ایک ہو
آغاز ساتھ ساتھ ہو انجام ایک ہو
کس طرح دو زبانیں ہوں پیغام ایک ہو
کہنے کو نام دو ہوں مگر کام ایک ہو
اہلِ خبر کے پاس نہ اہلِ نظر میں ہے
یہ بات صرف آلِ محمدؐ کے گھر میں ہے

اس گھر کا سلسلہ ہے ہدایت کا سلسلہ
ہے متصل نبیؐ سے امامت کا سلسلہ
ہے اصل میں یہی تو ولایت کا سلسلہ
چودہ ہیں نور ایک ہے عصمت کا سلسلہ
تفریقِ سال و سن کی یہاں بات کب چلی
اس سلسلے میں جو ہے محمدؐ ہے یا علیؑ

اس مرحلہ پہ ذکر کے قابل یہ بات ہے
اس گھر کے طرزِ فکر و عمل میں ثبات ہے
یہ وحدتِ مزاج ہی عینِ حیات ہے
جس کی مثال عونؑ و محمدؑ کا ساتھ ہے
حیرت کی بات کیا جو قیامت کا رن پڑے
مرحب ہزار کٹ گئے جب دو علیؑ لڑے

دونوں ہیں اپنے گھر کی شجاعت لئے ہوئے
جعفرؑ کی اور علیؑ کی وراثت لئے ہوئے
اندازِ کارزار میں وحدت لئے ہوئے
ماں کی دعا پدر کی نیابت لئے ہوئے
یک رنگیِ جہاد میں کیا عزمِ نیک ہے
تیغیں الگ الگ ہیں مگر کاٹ ایک ہے

بے تاب تھا سحر سے علمدارِ صف شکن
دیتے نہیں تھے اذنِ وغا سرورِ زمن
دونوں جو لڑ رہے تھے نگاہیں تھیں سوئے رن
شاگرد جب تلک رہے میداں میں تیغ زن
کچھ تو سکونِ قلب کی صورت نکل گئی
عباسؑ کے جہاد کی حسرت نکل گئی

دونوں کو کارزار کی عظمت کا ہے خیال
اُستاد کی مشقت و محنت کا ہے خیال
معیارِ خاندانِ رسالتؐ کا ہے خیال
اور سب سے بڑھ کے ماں کی وصیت کا ہے خیال
یوں لڑ رہے ہیں پیاس کی پروا نہیں کوئی
جیسے فُرات نام کا دریا نہیں کوئی

اِسلام کی نہیں ہے یہ ایمان کی جنگ ہے
فوجوں کا ہے گماں شہِ مرداں کی جنگ ہے
تبلیغِ حق، حفاظتِ قرآں کی جنگ ہے
ان کا جہاد زینبؑ ذی شاں کی جنگ ہے
بیٹے تھے ساتھ فوج سے پیکار کیلئے
تیغِ زباں تھی شام کے دربار کیلئے

اِس طرح دونوں فوج کے دل میں اُتر گئے
دو شیر تھے کہ غیض میں آ کر بپھر گئے
رنگِ جلال دیکھ کے ظالم بھی ڈر گئے
جن کی قضا تھی سامنے آتے ہی مر گئے
یوں دیکھتے ہی دیکھتے قصہ تمام ہے
جیسے قضا انہی کے اِشارے کا نام ہے

وہ پیاس تین روز کی، بچے وہ پھول سے
پھر دُشمنوں کی جنگ تھی ان کے اُصول سے
اُن ظالموں کو بُغض تھا ابنِ بتولؑ سے
جلتے تھے وہ فضیلتِ آلِ رسولؐ سے
قسمت میں تھا عذابِ مُسلسل لکھا ہوا
سینہ تھا ان کا خود ہی جہنم بنا ہوا

ایماں کے رُخ کو خونِ جگر سے نکھار کے
بگڑا ہوا نصیب مسلماں سنوار کے
ہو کر شہید ظلم کو بے موت مار کے
آئے ہیں لال زینبؑ عالی وقار کے
تعبیرِ خوابِ ثانیٔ زہراؑ بنے ہوئے
آئے لباسِ سُرخ میں دولھا بنے ہوئے

فرمانِ کردگار کی تعمیل ہو گئی
اک عہدِ پائیدار کی تکمیل ہو گئی
آیاتِ صبر و شکر کی تاویل ہو گئی
فُزتُ بربِ کعبہ کی تفصیل ہو گئی
تاریخِ بندگی میں نیا معجزہ ہوا
اِک یادگارِ شکر کا سجدہ ادا ہوا

انوارِ اہلِ بیتؑ کی آمد کا واسطہ
مولا علیؑ برادرِ احمدؐ کا واسطہ
پروردگار عونؑ و محمدؑ کا واسطہ
اور اس کے ساتھ ان کے ابّ و جدّ کا واسطہ
جو لاجواب ہے وہ عبادت نصیب ہو
ہر اک محب کو اُن کی زیارت نصیب ہو

"تبسّمِ علی اصغرؑ بہار کی تکمیل"

(مسدس: حضرت علی اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہیں زندگی میں تبسّم کی لاکھ تعبیرات
کبھی دلیلِ تغافل کبھی شعور کی بات
کبھی عروج کا دن ہے کبھی زوال کی رات
میانِ لمحۂ واحد ہزار تفصیلات
یہ ذکر کس کے تبسّم کی یاد دلاتا ہے
کہ میری نظم کا چہرہ بھی مسکراتا ہے

تبسّمِ رُخِ عارف سکونِ قربتِ حق
مجاہدوں کا تبسّم شعورِ شدّتِ حق
ہے انبیاء کا تبسّم پیامِ دعوتِ حق
تبسّمِ سرِ بالیں نویدِ رحمتِ حق
حدودِ موت میں حکمِ حیاتِ مومن ہے
تبسّمِ لبِ حیدرؑ نجاتِ مومن ہے

کسی کے در پہ ستارہ بھی مسکراتا ہے
فلک پہ چاند کا چہرہ بھی مسکراتا ہے
کلیمؑ کے لئے دریا بھی مسکراتا ہے
جو وقت آئے تو کعبہ بھی مسکراتا ہے
علیؑ کو پا کے نبوّت بھی مسکرانے لگی
ملے جو بھائی مشیّت بھی مسکرانے لگی

عطا کے بعد تبسّم اصولِ فطرت ہے
کسی کے حال پہ ہنسنا بڑی شقاوت ہے
ثنا کو سن کے تبسّم ثبوتِ اُلفت ہے
مصیبتوں میں تبسّم دلیلِ ہمّت ہے
اسی نے فطرتِ ظالم کو بے نقاب کیا
جواب دے کے شہادت کو لاجواب کیا

لبوں پہ ایسے تبسّم کی بات آئی ہے
جلو میں درد کی دُنیا بھی ساتھ آئی ہے
سحر کا نام لیا غم کی رات آئی ہے
ہنسی کے ساتھ غموں کی برات آئی ہے
خوشی کی راہ سے ہمراہِ غم گزرنا ہے
تبسّمِ علی اصغرؑ کا ذکر کرنا ہے

علیؑ کا نام بھی کیا ہے کسی نے کیا سمجھا
وہ اک علیؑ ہے جسے خلق نے خدا سمجھا
کسی علیؑ کو زمانے نے مصطفٰے سمجھا
کسی کو دیکھ کے قرآنِ کبریا سمجھا
نجاتِ دین کا عنوان لے کے آئے تھے
حسینؑ معنیِ قرآن لے کے آئے تھے

کہاں وہ قلب کہ اب امتحاں کی بات کروں
زمیں کا ذکر کروں آسماں کی بات کروں
کسی صغیر کے عزمِ جواں کی بات کروں
میں اس زبان سے کیا بے زباں کی بات کروں
کہ وہ زبان تو ٹھہری ہے ذوالفقارِ علیؑ
ہوئی حسینؑ کے ہاتھوں پہ کارزارِ علیؑ

علیؑ کی تیغ تو میداں میں بار بار چلی
لئے ہوئے یدِ قدرت کا اقتدار چلی
مگر یہاں تو نیا لے کے اختیار چلی
دلوں کو کاٹ دے اک ایسی ذوالفقار چلی
لگا نہ زخم مگر قلب کٹ گئے اُن کے
جو سامنے تھے کلیجے اُلٹ گئے اُن کے

لَب و زبان کا مَصرف نیا نظر آیا
کہ پہلے ظُلم نے حملہ کا حوصلہ پایا
پھر اِس کے بعد تبسّم کا وار فرمایا
علیؑ کا رازِ کرم قاتلوں کو سمجھایا

تم اپنی جنگ کی حسرت مٹا نہیں سکتے
ہمارے وار سے بچ کر تو جا نہیں سکتے

ہوئی تبسّمِ اصغرؑ سے دِین کی تعبیر
یہی ہے عزمِ اِمامت کی معتبر تفسیر
دکھائی اس نے بھی اک منزلِ جنابِ امیرؑ
بغیرِ صَوت و صَدا کیسی پُر اثر تقریر

جو مُسکرائے خَبِیر و علیم ہوتا ہے
کہ وہ بھی پیکرِ خُلقِ عظیم ہوتا ہے

یہی ہے عزمِ مشیّت شعار کی تکمیل
اسی سے ہوتی ہے قول و قرار کی تکمیل
کبھی اسی سے ہوئی کارزار کی تکمیل
ہے اک کلی کا تبسّم بہار کی تکمیل[1]

وہی بہار ہے دُنیا میں یادگارِ حُسینؑ
اسی بہار کا اک نام ہے مزارِ حُسینؑ

[1] یہ مصرعہ پیارے صاحب رشیدؔ کا ہے۔

بہار ہے تو گُلستاں کی گفتگو کیجے
بہار ہے تو رَوِشوں کی بھی جُستجو کیجے
بہار ہے تو تمنّائے رنگ و بُو کیجے
بہار ہے تو بہکنے کی آرزو کیجے

بہک بھی جائیں تو کب اس میں جگ ہنسائی ہے
کہ یہ بہار تو ساقی کے گھر میں آئی ہے

بہار جس کو شہیدوں نے زندگی دی ہے
بہار بَن کے قیامت کی دُھوپ نکلی ہے
بہار جس کی رگوں میں لہو کی گرمی ہے
بہار جس میں محمدؐ کی آلؑ پیاسی ہے

بہار ایسی جو ٹھہری تو راستہ بدلو
سوالِ جام میں اب طرزِ مدّعا بدلو

ملے وہ جام جو ذوقِ وِلا کو چمکائے
وہ جام قلبِ وفادار کو جو تڑپائے
بہ فیضِ عشق تاثّر میں اِنقلاب آئے
ہر ایک جام پہ رِندوں کی پیاس بڑھ جائے

نئی اَدا سے محبّت کی زندگی مانگیں
وِلا کے جوش میں ساقی سے تشنگی مانگیں

جانِ انتظار

(مسدس: حضرت حجۃ العصر امامِ زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام)

خلقت میں نظم و ضبط و تسلسل ضرور ہے
جس کا ثبوت عہدِ رواں کا شعور ہے
ہر سمت جلوہ بار مشیّت کا نور ہے
تفصیلِ کُن میں حکمتِ حق کا ظہور ہے
قائم جو کائنات توازن کے ساتھ ہے
مرکز کی زندگی ہی دلیلِ حیات ہے

مرکز ہر اک وجود میں اک جزوِ بے مثال
مرکز صفت نواز ہے، مرکز ہی باکمال
مرکز نہ ہو تو عالمِ امکاں کا کیا سوال
مرکز نہ ہو تو شئے کا تصور بھی ہے محال
مرکز وہ شئے ہے جس سے کسی کو مفر نہیں
جیسے بغیر دل کے وجودِ بشر نہیں

تھا بس اسی غرض سے نبوّت کا سلسلہ
پھر اس سے متّصل ہے امامت کا سلسلہ
ٹوٹا نہیں خدا کی مشیّت کا سلسلہ
قائم ہے آج تک اسی حجّت کا سلسلہ
جس کے قدم سے سارے جہاں کا قیام ہے
وہ مرکزِ حیات ہمارا امام ہے

ہے ذکر میں جو پیشِ نظر میرے احترام
لفظوں کے انتخاب میں کرتا ہوں اہتمام
وہ بھی تو اک ظہور کی منزل تھی لاکلام
دنیائے رنگ و بو میں جو وارد ہوئے امام
حق کا سفینہ آخری ساحل پہ آگیا
عصمت کا چاند چودھویں منزل پہ آگیا

اُڑنے لگا زمیں کا دماغ آسمان پر
صدقے ہماری جان محمد کی جان پر
قربان عبدیت تری آمد کی شان پر
بس اک خدا کا نام تھا سب کی زبان پر
نیّت اگر ہو صاف تو حجّت تمام ہے
وقت نماز وقتِ ظہورِ امام ہے

تو ابتدا سے غیب میں ہے نورِ ذوالجلال
تیرے قیام میں ہے قیامت کا اعتدال
تیرا وجود دورِ امامت کا ہے کمال
خود تیرے گھر میں تیری امامت ہے بے مثال
ہر زاویے سے تیرا شرف لاجواب ہے
تیرا شباب دینِ خدا کا شباب ہے

وہ جانتے ہیں جن کو ہے ایمان غیب پر
رہتی ہے کائنات پر ہر دم تری نظر
تو ایسا مبتدیٰ ہے خدا کی جو دے خبر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
اس دور میں حیات کا تنہا کفیل ہے
تو غیب میں وجودِ خدا کی دلیل ہے

ایماں یہ ہے محلِ حوادث نہیں خدا
ممکن کے واسطے ہے تغیر کا سلسلہ
تو ہے مگر وہ برزخِ کبریٰ بنا ہوا
ہے تیری ذات مظہرِ اوصافِ کبریا
امکاں کی حدوں میں خدائے زمیں ہے تو
بندہ ہے اور محلِ حوادث نہیں ہے تو

یہ گفتگو اسیرِ روایت پہ بار ہے
بیمار ذہن کا یہ پرانا شعار ہے
امرِ خدا میں شک بھی خدا سے فرار ہے
تو اک ثبوتِ غیبتِ پروردگار ہے
ہم کو ترے وجود کا ایسا یقین ہے
جیسے بغیر دیکھے خدا کا یقین ہے

ہم کو یقیں ہے اس لئے کرتے ہیں انتظار
ہم کو نبیؐ کی بات پہ کامل ہے اعتبار
ہم جانتے ہیں نفسِ محمدؐ کا اقتدار
ہم مانتے ہیں قادرِ مطلق ہے کردگار
جس کو یقیں نہیں ہے ترے انتظار میں
شک کر رہا ہے قدرتِ پروردگار میں

قرآن کہہ رہا ہے سبھی منتظر رہے
کعبہ گواہ ہے کہ نبیؐ منتظر رہے
حق کے ولی نبیؐ کے وصی منتظر رہے
خود جانِ انتظار، علیؑ منتظر رہے
ثابت ہوا پسندِ مشیت ہے انتظار
سب سے بڑی رسولؐ کی سنت ہے انتظار

اِس پر بھی ذہنیت یہ رہی بات ٹال دو
لیکن خدا نے چاہا کہ حُجت تمام ہو
ہے بندوبست نیمۂ شعباں کی رات کو
تم رات بھر کسی کے سبھی منتظر رہو

اہلِ نظر کے حق میں قیامت کی رات ہے
یہ رات انتظامِ مشیت کی رات ہے

سب اِنتظار میں رہیں حیران رات بھر
اُمیدِ صبح میں ہوں پریشان رات بھر
یُوں اِنتظار کا رہے عُنوان رات بھر
سونے نہ پائے کوئی مُسلمان رات بھر

مَغرب سے تا بہ وقتِ سحر جاگتے رہو
دِل چاہے یا نہ چاہے مگر جاگتے رہو

تب آئے گا سمجھ میں کہ فطرت ہے انتظار
حکمِ خُدا ہے جانِ شریعت ہے انتظار
اِیماں کی عظیم روایت ہے انتظار
اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے انتظار

یہ حکمِ انتظار عنایت خُدا کی ہے
اُمّت کا ذکر کیا یہ صفت انبیاء کی ہے

وہ صَبر کا اِمام ہے وہ سرورِ جلال
مصدر خُدا کی ذات ہے، وہ مَظہرِ جلال
بن جائے گا ظہُور میں وہ پیکرِ جلال
اہلِ نظر کے سامنے ہے مَظہرِ جلال

اِک انقلابِ نَو ہے ظہُورِ صِفات میں
حَیدر کی ذُوالفقار محمدؐ کے ہاتھ میں

رُخ سے نِقاب اُٹھائے گا جس دم علیؑ کا نُور
کیا جانے کون کون رہیں حاضرِ حضُور
عیسیٰؑ کی حاضری بھی ہے دَربار میں ضرور
اِس مرحلہ پہ حفظِ مَراتب کا ہے ظہُور

عیسیٰؑ کا بھی نماز میں پیچھے مقام ہے
یعنی عَلیؑ کا لالؑ نبیؐ کا اِمام ہے

ہر شئے ترے حضُور میں بے نِقاب ہے
تُجھ پر نہیں ہماری نظر پر حجاب ہے
بَندوں پہ تیرا لُطف و کرم بے حساب ہے
دَربار میں ہماری دُعا بَاریاب ہے

مولا یہ معجزہ ہے ترے فیضِ عام کا
تیری نِگاہ اور عریضہ غُلام کا

ہم اس کے ہیں غلام اِسی پر تو ناز ہے
کیسے کہیں کہ ہم کو بھی شوقِ نیاز ہے
یہ اَور بات ہے کہ وہ بَندہ نواز ہے
بس اِدّعائے قُرب کا اِتنا جَواز ہے
ثابت ہے جب کہ مَصدرِ رحمت اِمام ہے
رَحمت سے ہوں جو دُور تو یہ بھی حَرام ہے
مولا خطا معاف یہ شوخی کی بات ہے
دولہا ہے تُو جلو میں عروسِ حیات ہے
قائم ترے طفیل میں سب کائنات ہے
دُولھا کے دَم کے ساتھ ہی ساری بَرات ہے
ہم بھی مسیحؑ و خضرؑ کے ساتھی بنے ہوئے
حاضر رہیں گے تیرے بَراتی بنے ہوئے

سفرِ مودّت

(مسدس: تاثراتِ زیارتِ مقاماتِ مقدسہ)

ہے عبدیت میں الگ سب سے عِزّ و شانِ حُسینؑ
وقارِ آدم و عالم ہے کاروانِ حسینؑ
زبانِ عشق کا اِعزاز ہے بیانِ حُسینؑ
جَبیں کے حق میں ہے معراج آستانِ حُسینؑ
سَرِ نیاز جُھکانے غلام آتے ہیں
کہ انبیاء بھی برائے سَلام آتے ہیں
ہر ایک رُخ سے نمایاں ہُوا وَقارِ حُسینؑ
نظامِ امرِ الٰہی ہے کاروبارِ حُسینؑ
پناہِ صاحبِ کردار ہے مَزارِ حُسینؑ
غُلامِ آلِ نبیؐ کا وطن دیارِ حُسینؑ
وہاں جو جائے وہ اک انجمن میں رہتا ہے
وطن سے دُور کہاں وہ وطن میں رہتا ہے

دعا یہ کرتا ہے ہر اک غلامِ آلِ نبیؑ
کہ کربلا کو بلائیں حسینؑ ابنِ علیؑ
ہزار بار دعائیں نے بھی یہی مانگی
خدا کا شکر کہ مجھ پر نگاہِ لطف ہوئی
لئے ہوئے میں دعاوں کا قافلہ پہنچا
علیؑ سے اذن جو پایا تو کربلا پہنچا
علیؑ سا کون زمانے میں چارہ گر ہوگا
ہر ایک مرحلہ ان کی مدد سے سر ہوگا
کسے خبر تھی دعاؤں میں یہ اثر ہوگا
کہ اس سفر میں بھی اک دوست ہم سفر ہوگا
غلامِ[1] حضرتِ سبطینِ نیک نام چلا
تو اس غلام کے ہمراہ یہ غلام چلا
نکل کے قافلہ بصرہ سے جب روانہ تھا
ہمارے واسطے حالات کا بہانہ تھا
کہ سب سے پہلے ہمیں کاظمینؑ جانا تھا
وہاں ہمارے ٹھہرنے کا ایک ٹھکانا[2] تھا
دیارِ مرحمتِ سیدین تک پہنچے
خوشا نصیب کہ ہم کاظمینؑ تک پہنچے

[1] میرے بچپن کے رفیق جناب سید غلام سبطین رضوی جو سفر عراق میں میرے ہمسفر تھے۔
[2] جناب محب حسن صاحب کا مکان کاظمین میں واقع ہے جہاں ہم نے دوران زیارت قیام کیا تھا

وہیں جوارِ حرم میں ہیں مرتضیٰؒ و رضیؒ
ہیں یہ بزرگ بھی خدمت گزارِ دینِ نبیؐ
رضیؒ وہ سیدِ ذی مرتبہ وہ مردِ جری
ہے جس کا ایک لقب جامعِ کلامِ علیؑ
ہیں شہرِ نو میں مقاماتِ نائبینِ امامؑ
وہیں قریب ہیں قنبرؒ علیؑ کے خاص غلام
ہے اک رواقِ حرم میں مزارِ طوسی کا
وہیں قریب ہے شیخ مفیدؒ کا روضہ
خدا کے اذن سے اُن کو مقام ایسا ملا
کہ ان کی قبروں پہ ہے کاظمینؑ کا سایہ
ہوائے خلد جو بہرِ طواف جاتی ہے
اُسے وہاں کی فضاؤں سے شرم آتی ہے
وہاں ہے موسیٰ کاظمؑ کی قبر عرش وقار
وہیں امام تقی جوادؑ کا ہے مزار
تڑپ کے دل نے کہا اے آئمۂ اطہارؑ
ہمارے واسطے مشہد کی راہ ہو ہموار
بڑا شرف ہے ہمیں بھی نصیب ہو جائے
طوافِ قبرِ رضاؑ غریب ہو جائے

ہے شاہِ طوسؑ کا دونوں سے یوں اہم رشتہ
پدر ہے ایک کا اور اک اِمامؑ کا بیٹا
مزار دُور سہی؛ نور ایک ہی ٹھہرا
مجھے ظہُور کی ترتیبؑ سے مِلا گوشہ

قریب دونوں سے اسطرح شاہ خوش خو ہیں
رضاؑ ہیں بیچ میں اور کاظمینؑ بازو ہیں
زِہے نصیب ہماری دُعا قبول ہوئی
تو کاظمینؑ سے مشہد کی راہ بھی نکلی
ہمارے دِل کو بہت اس سفر میں راحت تھی
حدودِ شہر میں ایسی ہوائے لُطف چلی

کہا یہ دل نے کہ نعمت ترے نصیب میں ہے
یقین ہوگیا جنّت کہیں قریب میں ہے
پھر اس کے بعد تو ہم تھے ہماری جنّت تھی
نظر کے سامنے پُرنوُر اک عمارت تھی
کھڑا تھا در پہ کہاں داخلہ کی ہمّت تھی
اسی اِمام سے لیکن اُمیدِ رحمت تھی

میں اس کے لطف کے صدقے مجھے بھی اِذن ملا
سلام عرض کیا اور سُوئے ضریح چلا

بہت عجیب ہے اس بارگاہ کا عالم
پئے سلام بشر سینکڑوں لیے ہر دم
نیاز مندوں پہ مولاؑ کا ہے وہ لُطف وکرم
بھرا ہی رہتا ہے ہر وقت زائروں سے حرم

شرف کا جنّ و بشر اعتراف کرتے ہیں
نہ جانے کتنے ملائک طواف کرتے ہیں
یہاں ضریح سے ظاہر خدا کی ہیبت ہے
یہاں کے لطف و کرم میں بھی اِک جلالت ہے
چلائے حُکم یہاں کس میں اتنی ہمّت ہے
یہاں تو دِین کے سلطان کی حکومت ہے

درِ حرم پہ ہر اک سر جھکا ہی رہتا ہے
یہاں تو شاہ بھی خود کو غلام کہتا ہے
نکل کے طوس سے تہران قافلہ پہنچا
یہاں ہے حضرتِ عبدالعظیمؒ کا روضہ
کہ یہ بزرگ بھی ہے اک اِمام کا بیٹا
یہاں سلام کیا اور قُم کا عزم کیا
فلک وقار ہے عالی نسب ہے معصومہؑ
ہے نام فاطمہؑ ان کا، لقب ہے معصومہؑ

امام موسیٰ کاظمؑ کی ذی شرف دختر
ہے اک امام کی بیٹی تو ایک کی خواہر
چلی تھی بھائی سے ملنے کی آرزو لے کر
مقامِ قمؑ پہ سُنی ایسی دردناک خبر

سفر جہاں سے کچھ اس طرح کر گیا بھائی
کہ راستے میں بہن تھیں، گزر گیا بھائی

بہن کے واسطے ایسی خبر قیامت تھی
وہیں پہ رہ گئیں، بھائی کو رات دن روئیں
کمال گریہ سے حالت کچھ ایسی غیر ہوئی
کہ شہرِ قمؑ میں جہاں سے گزر گئی بی بی

رہا جو دِل میں اس ارماں کی یاد آتی ہے
یہاں بھی شاہِ خُراساںؑ کی یاد آتی ہے

وہاں سے آکے کیا قصد شام جانے کا
مگر کچھ ایسا مشیّت کا انتظام رہا
کہ ایک شب کے لئے کربلا کو جانا تھا
ہمارے واسطے گویا خُدا کا حُکم ہوا

زیارتِ شہِ مظلومؑ کی سعادت لو
دِمشق جانے کی عباسؑ سے اِجازت لو

مزارِ نائبِ حیدرؑ پہ حاضری جو ہوئی
مِلا نصیب کی خوبی سے اِذنِ ابنِ علیؑ
ضریحِ حضرتِ عباسؑ میں نے جب دیکھی
نظر ہٹاؤں کہ دیکھوں عجیب مشکل تھی

مُہم یہ میں نے بڑے حوصلے سے سَر کی ہے
جَلالِ حیدرِ کرار پر نظر کی ہے

نظر تھی تو وفاؤں کا سِلسلہ دیکھا
یہاں جو سَر نظر آیا، جُھکا ہُوا دیکھا
یہیں پہ مَشک وعَلَم کا یہ رابطہ دیکھا
بہ فیضِ نورِ جَری کا یہ معجزہ دیکھا

کہ مشک، درد، شجاعت عَلَم کمال کے ساتھ
بہ یک نگاہ تھی مظلومیت جلال کے ساتھ

مزارِ حضرتِ عباسؑ سے جو رخصت لی
وہیں سے اِذن لیا بہرِ قبرِ سبطِ نبیؐ
حَرم میں اِذنِ حضوری کی پھر تلاوت کی
نظر جو آئی ضریحِ حسینؑ ابنِ علیؑ

سَلام پڑھ کے جُھکا دی وہیں جبینِ نیاز
کہا یہ دل نے، یہی ہے حُسینیت کی نماز

سلام اکبرِ عالی وقار کو بھی کیا
سلام اصغرِ بے شیر تک بھی پہنچایا
ضریحِ گنجِ شہیداں کی سمت جب میں چلا
نظر کے سامنے عاشور کا مرقع تھا

ملے حسینؑ کو کیا خوش نصیب پروانے
جہاں چراغ اسی کے قریب پروانے

ہیں اک رواق میں فرزندِ موسیٰ کاظمؑ
حقوقِ حضرتِ شبیرؑ کے وہ تھے عالمؑ
ہے جب کہ اجرِ رسالت کا سلسلہ قائم
سلام اہلِ محبت کریں یہ ہے لازم

ہے ان کا اسمِ گرامی جنابِ ابراہیمؑ
ہے جن کے پہلو میں تعبیرِ خوابِ ابراہیمؑ

حرم کے گوشے میں ہے قتل گاہِ سبطِ نبیؐ
جو اس مقام پہ جا کر مری نظر ٹھہری
میں کیا بتاؤں جو اس لمحہ دل کی حالت تھی
مری نگاہ میں اس وقت اک قیامت تھی

عظیم تر ہے وقارِ سرِ نیازِ حسینؑ
مقامِ نازِ خدا آخری نمازِ حسینؑ

حیاتِ قلبِ مسلماں ہے عزائے حسینؑ
مقامِ سجدۂ تعظیم نقشِ پائے حسینؑ
نمازِ عصر میں ایسی تھی کچھ ادائے حسینؑ
کہ خود حسینؑ پہ نازاں ہوا خدائے حسینؑ

یہ اک مقام نیا تھا حدِ نیاز کے بعد
حسینؑ ناز کی منزل میں تھے نماز کے بعد

خدا ہی جانتا ہے کیا ہے افتخارِ حسینؑ
ہے اعتبارِ مشیّت بہ اعتبارِ حسینؑ
حیات و موت پہ قائم ہے اقتدارِ حسینؑ
نظامِ ارض و سما زیرِ اختیارِ حسینؑ

حسینؑ جس کو عبادت کی آبرو کہیے
حسینؑ جس کو مشیّت کی آرزو کہیے

ہے رنج و درد کی اک کائنات نامِ حسینؑ
وہ صبر و ضبط کا میداں وہ اہتمامِ حسینؑ
ہے امرِ حق کی حفاظت میں وہ مقامِ حسینؑ
پیامِ دینِ خدا بن گیا پیامِ حسینؑ

اسی کے دم سے درود و سلام باقی ہے
خدا کا نام محمدؐ کا کام باقی ہے

ضریح آئی نظر ایک قتل گہ کے قریب
ہے محوِ خواب وہاں عاشقِ حسینؑ غریب
رفیقِ خاصِ شہِ نیک نام یعنی حبیبؑ
وہیں بنائے نگاہوں نے زاویئے بھی عجیب
وفا پہ آج بھی قائم ہے جاں نثارِ حسینؑ
ہٹا نہ فرض کی منزل سے پہرہ دارِ حسینؑ

یہ مرحلہ جو ہوا طے تو سوئے شام چلے
علیؑ کا نام ہو لب پر تو کیوں نہ کام چلے
ملا جو اذن تو مولاؑ کے سب غلام چلے
بہ صد خلوص، بہ صد شوق و اہتمام چلے
ہوائے خلدِ بریں احترام کرتی ہے
وہ شام جس کو سحر بھی سلام کرتی ہے

دیارِ شام میں پہلی سحر قیامت تھی
ہمارے پیشِ نظر اک اہم زیارت تھی
مزارِ حضرتِ زینبؑ کو جائیں عجلت تھی
خدا کا شکر کہ قسمت میں یہ سعادت تھی
مزارِ بنتِ علیؑ پر یہ اہتمام کیا
وہیں سے حضرتِ عباسؑ کو سلام کیا

بہن کی قبر پہ بھائی کا ذکر لازم تھا
اُسی مقام پہ اعزاز یوں بھی مجھ کو ملا
بہ حدِ صبر مصائب کا ذکر میں نے کیا
دمشق تک جو مسافر بیان کا پہنچا
تو یاد آ ہی گیا عزمِ زینبؑ دل گیر
دیارِ شام میں پہلا وہ مجلسِ شبیرؑ

یہاں مزارِ سکینہؑ پہ حاضری جو ہوئی
وہیں پہ حضرتِ کلثومؑ کی لحد بھی ملی
خدا نے بعض کنیزوں کو یوں بھی عزت دی
وہیں قریب میں ہیں محوِ خواب فضہؒ بھی
یہیں پہ اہلِ محبت ملول ہوتے ہیں
ریاضِ فاطمہ زہراؑ کے پھول سوتے ہیں

اسی دیار میں دیکھی وہ مسجدِ اُموی
جہاں پہ آئی تھی ہو کر اسیر آلِ نبیؐ
گواہ بن کے ہے موجود آج منبر بھی
کہ حق سنایا تھا بیمار نے بہ شانِ علیؑ
پیامِ سیدِ سجادؑ جاودانی ہے
دیارِ ظلم میں مظلوم کی نشانی ہے

کسے یہ فکر کہاں بیٹھتا تھا حاکمِ خوار
مگر صداقتِ مظلوم کا ہے اب بھی وقار
ہے اس مقام پہ موجود آج بھی وہ حصار
جہاں کھڑی تھی کبھی آلِ احمدِ مختار

بہ فیضِ قوتِ حق سر جھکے ہوئے دیکھے
اسی حصار میں قرآں رکھے ہوئے دیکھے

فضائے عزمِ صداقت شعار باقی ہے
حسینیت کا وہی اعتبار باقی ہے
صدائے خطبۂ حق آشکار باقی ہے
بیانِ زینبؑ عالی وقار باقی ہے

جسے تلاش ہے حق اس کو مل رہا ہے ابھی
علیؑ کے لہجے سے دربار ہل رہا ہے ابھی

ہے ایک کوچہ میں اک اور مزار دور اثر
وہاں ہے دفن رقیہؑ حسینؑ کی دختر
ہے اک مقام رکھا تھا جہاں حسینؑ کا سر
وہیں ہے جائے نمازِ امامِ جن و بشر

تماشئ ستمِ مظلوم اب بھی کرتے ہیں
وہیں یہ اہلِ محبت نماز پڑھتے ہیں

پلٹ کے شام سے پھر سامرہ کا قصد کیا
تو ایک اور شرف ہم کو راستے میں ملا
بلد میں سیدِ عالی نسب کا ہے روضہ
یہ ہے امام کا بھائی، امام کا بیٹا

ہے اس کا نام محمدؑ علیؑ کا ہے فرزند
بڑا وسیلہ ہے آتے ہیں سارے حاجت مند

ہم اس طرح سے بلد ہو کے سامرہ پہنچے
تو دو ائمہ کے ہم کو یہاں مزار ملے
نبیؐ کے گھر کے حسنؑ دوسرے علیؑ چوتھے
ہے ان کے پہلو میں دو بیبیوں کے بھی روضے

حکیمہؑ بی بی کے ہمراہ سو رہی ہیں وہاں
جنابِ نرجس خاتونؑ امامِ عصرؑ کی ماں

امامِ عصرؑ کا ہے اک مقام نورانی
ہے پہرہ دار وہاں شوکتِ سلیمانی
وہ رعب تھا کہ جھکی جا رہی تھی پیشانی
وہیں پکار اٹھا میرا ذوقِ ایمانی

اسی مقام سے شانِ ظہور ظاہر ہے
امام غیب میں ہے اور غلام حاضر ہے

ہوئی جو ہم پہ نگاہِ کرم شعارِ علیؑ
تو سامرہ سے چلے ہم سوئے دیارِ علیؑ
پناہِ اہلِ شعور و نظر مزارِ علیؑ
کہ یہ مقام ہے اک مظہرِ وقارِ علیؑ
یقین تھا کہ ملک صف بہ صف کھڑے ہوں گے
نہ جانے راہ میں کتنوں کے دل پڑے ہوں گے

نجف کی سمت چلے ہیں بہ احترام جو ہم
حدودِ لفظ میں آتا نہیں جو تھا عالم
بہت سنبھل کے بڑھائے ہیں راستے پہ قدم
یہی خیال ابھرتا تھا ذہن میں پیہم
یہی نہیں کہ فقط ہم ہی یاد کرتے ہیں
کبھی غلام کو مولا بھی یاد کرتے ہیں

نجف چلا ہوں تو آفاق ہم رکاب ملے
رہینِ منتِ احسانِ بوترابؑ ملے
تھے ساتھ کتنے ملک اس کا کیا حساب ملے
یہاں کی خاک کے ذروں میں آفتاب ملے
یہ کس طرح سے بتاؤں کہاں سے گزرا ہوں
قدم زمین پہ تھے آسماں سے گزرا ہوں

نیازمندِ علیؑ سب سے بے نیاز رہے
یہاں سے بھیک جو پائے وہ کارساز رہے
خدا کی شان دلِ سنگ بھی گداز رہے
یہاں جو آئے تو محمود بھی ایاز رہے
فلک سریر نہ گردوں حصیر ملتے ہیں
درِ امیرؑ پہ لاکھوں فقیر ملتے ہیں

میں اہل کب تھا مگر مجھ کو مل گئی عزت
عجیب کرب کی منزل پہ لے گئی قسمت
میں کیا بتاؤں جو تھی میرے قلب کی حالت
گزاری مسجدِ کوفہ میں یوں شبِ ضربت
کہاں نصیب تھی تابِ نظر مگر دیکھی
لہو کے رنگ میں ڈوبی ہوئی سحر دیکھی

قریبِ مسجدِ کوفہ ملے بہت سے مزار
کہ ان میں ایک تو ہے قبرِ حضرتِ مختارؒ
وہ ان کا نعرۂ حق وا پی ہوئی تلوار
فضا میں گونجتی ہے انتقام کی للکار
عجیب دولتِ ایمانِ بے بہا لی ہے
انھوں نے عابدؑ بیمار کی دعا لی ہے

وہیں ہے گنبدِ پُرنورِ مسلمِ جاں باز
یہاں سے معرکۂ خیر و شر ہُوا آغاز
وہ بانکپن، وہ دلیری، وہ ہاشمی انداز
ہجومِ ظلم میں مُسلم کی یادگار نماز

ہے اہلِ کوفہ پہ اثباتِ حق کی ایک دلیل
مزارِ نائبِ شبیرؑ مسلمؑ ابن عقیل

اسی کے سامنے اب بھی مزارِ ہانیؒ ہے
یہ قبر دورِ محبت کی ایک نشانی ہے
ہمیشہ یاد رہے گی یہ وہ کہانی ہے
وفا شعار کا کردار جاودانی ہے

غلامِ آلِ نبیؐ احترام کرتے ہیں
بصد خلوص انھیں بھی سلام کرتے ہیں

ہے بابِ مسجدِ کوفہ کے سامنے جو مزار
وہاں ہے دفن شہزادیٔ خجستہ شعار
ہے جس کے نام سے خود آشکار اُس کا وقار
خدیجہ بنت علیؑ خواہرِ علم بردار

ادائے فرض کا ہم نے بھی اہتمام کیا
علیؑ کے باغ کے اس پھول کو سلام کیا

ہے شہرِ کوفہ میں سہلہ بھی منزلِ تسلیم
ہے اہلِ حق کے لئے یہ جگہ مقامِ عظیم
کہ نورِ چشمِ نبیؐ نائبِ خدائے حکیم
وہ اس مقام پہ ہوتا ہے گاہ گاہ مقیم

جہاں جھکی تھی جبینِ ادب برائے سلام
عجب نہیں کہ وہیں پر ہو نقشِ پائے امام

ہے پُشتِ مسجدِ کوفہ پہ گوشۂ جنّت
وہ اک مکان کہ جس کو ملی بڑی عزّت
میری نگاہ میں ایسا مکاں ہے لاقیمت
علیؑ رہے ہیں وہاں اس مقام کی قسمت

جو دیکھیے تو اسی میں خدا کی شان بھی ہے
کہ لامکان کے مظہر کا اک مکان بھی ہے

وہیں ہے منزلِ امّ البنینؑ ذی توقیر
وہاں بھی ٹھہری ہیں کلثومؑ و زینبؑ دلگیر
اسی مکان میں رہتے تھے شبّرؑ و شبیرؑ
جواں تھے دونوں اور عباسؑ ایک طفلِ صغیر

ہر ایک باپ کا وارث بھی تھا نشانی بھی
وہیں علی کا لڑکپن بھی تھا، جوانی بھی

در علیؑ پہ جو پہنچا تو سوچتا ہی رہا
یہاں فقیر نے جو بھی طلب کیا وہ ملا
ہیں ایک صف میں اسی در پہ بادشاہ و گدا
وہ کوئی دور ہو یہ در کبھی نہ بند ہوا
کھلا رہے گا ہمیشہ سخی کا دروازہ
ہے انبیاءؑ کا سہارا علیؑ کا دروازہ
یہ در وہ ہے کہ جہاں آگہی بھی ملتی ہے
خلوصِ درد کو پائندگی بھی ملتی ہے
جنونِ عشق کو آسودگی بھی ملتی ہے
یہیں اجل کو نئی زندگی بھی ملتی ہے
جو راستی ہو تو پھر راستہ بھی ملتا ہے
درِ علیؑ سے خدا کا پتہ بھی ملتا ہے
میری نگاہ میں کوفہ ہے اب بھی شہرِ امیرؑ
اسی لئے تو وہاں سو رہے ہیں کتنے فقیر
ہے ان میں میثمِ تمارؒ صاحبِ شمشیر
علیؑ کی مدح میں وہ ان کی آخری تقریر
وہ جس نے دار سے باطل کا سلسلہ کاٹا
زباں کی تیغ سے شمشیر کا گلا کاٹا

نجف سے لوٹ کے پھر سوئے کربلا پہنچے
کئی مقام زیارت کے ہم کو اور ملے
جہاں پہ حضرتِ عباسؑ کے کٹے شانے
جہاں شبیہِ پیمبرؐ زمیں پہ تھے گرے
جہاں سے فضہؑ نے اک شیر کو بلایا تھا
جہاں پہ اصغرِ ناداں نے تیر کھایا تھا
وہیں قریب میں ہے اک مقامِ رنج و محن
کہ جس کے ذکر سے لرزاں ہے سارے اہلِ سخن
کہ زیرِ تیغِ ستم تھا گلوئے شاہِ زمنؑ
اور اس کو دیکھ رہی تھی ستم رسیدہ بہن
یہاں سلام کیا بنتِ مظہرِ رب کو
کیا ہے سجدۂ تعظیم صبرِ زینبؑ کو
قریب روضۂ اقدس ملے خیامِ حسینؑ
ہے درمیان میں اب بھی جو تھا مقامِ حسینؑ
سمجھ میں آگیا اندازِ اہتمامِ حسینؑ
یہ انتظام تھا عباسؑ کا بہ نامِ حسینؑ
قریب اس کے بلا فصل اک مصلّٰی ہے
وہیں پہ سیدِ سجادؑ کا ٹھکانا ہے

نظر خیام پہ تھی دل میں کھلبلی سی تھی
کہ ان حدود میں کیا دورِ تشنگی تھا کبھی
کبھی یہ سوچا تو روحِ وِلا تڑپ اٹھی
وہاں رہی ہے دو عالم کی شاہزادی بھی

فضا میں اب بھی تاثر کا نقش گہرا ہے
درِ خیام پہ اب بھی وفا کا پہرا ہے
اسی کے گرد ہمیں اک حصار ملتا ہے
وہیں پہ حضرتِ قاسمؑ کا ایک حجرہ ہے
وہاں پہنچ کے یہی بس سمجھ میں آتا ہے
کہ جیسے آج بھی دولہا وہاں پہ بیٹھا ہے

بٹھائے کون عقیدت کی راہ میں پہرے
چڑھائے جاتے ہیں دن رات آج بھی سہرے
خیام گاہ کے رستہ پہ حُرؑ کا روضہ ہے
وہاں بھی جائے محبّ کا یہی فریضہ ہے
مزارِ حرؑ بھی گنہ گار کا وسیلہ ہے
کہ خود حسینؑ نے اس کی خطا کو بخشا ہے

نصیب اس کو ہوا ایسا فرقِ ذی توقیر
لکھا تھا جس کے مقدر میں زانوئے شبیرؑ

وہیں سے سوئے مسیّبؑ بھی ہم گئے اک دن
وہاں پہنچ کے تڑپتا ہے قلبِ ہر مومن
یہ دیکھتا ہے وہاں اب بھی دیدۂ باطن
کہ اپنے خوں میں نہائے ہوئے ہیں دو کمسن

وہاں تو آج بھی سجدوں کے ذکر ہوتے ہیں
اسی مقام پہ مسلم کے لال سوتے ہیں

اسی مقام پہ مجھ کو ملا یہ اک اعزاز
کھلا تھا بابِ ضریحِ محمدؑ جاں باز
تڑپ اٹھی پئے بوسہ مری جبینِ نیاز
جدا ہیں سارے زمانے سے عشق کے انداز

میں اذن لے کے چلا جب ضریح کے اندر
جبینِ شوق جھکا دی مزار کے اوپر

ہم ایک دن گئے بہرِ زیارتِ حلّہ
وہاں مزار ہے قاسمؑ کا فاصلہ پہ ذرا
یہ ابنِ موسیٰ کاظمؑ ہیں، ان کا کیا کہنا
یہ قولِ شاہِ خراساںؑ وہیں پہ ہم کو ملا

مرے مزار پہ آنے میں جس کو زحمت ہے
یہاں جو آئے تو گویا مری زیارت ہے

ذرا سی دور یہاں سے مزارِ حمزہ ہے
وہاں پہ ان کی زیارت میں ایک فقرہ ہے
یہ ایک عالمِ دینِ خدا کا روضہ ہے
ہے پشت تیسری، عباسؑ کا یہ پوتا ہے
حدودِ حلّہ میں زیدِ شہید کا ہے مزار
جنھوں نے پائی دعائے آئمہ ابرارؑ
وہیں پہ ایک مقامِ امامِ عصرؑ بھی ہے
جہاں پہ حضرت علیؑ سے تھے امام ملے
نقوشِ پا کبھی قائمؑ کے تھے وہاں ابھرے
اسی خیال سے ہوتے رہے وہاں سجدے
ہے ردِّ شمس کی مسجد کے نام سے جو مقام
اسے بھی چلتے ہوئے دور سے کیا ہے سلام
مزارِ حضرتِ سلمانِ فارسیؓ بھی گئے
لکھا ہے در پہ کہ "سلمانؓ اہلِ بیتؑ سے ہے"
ہم ان کے شہر میں کچھ دیر تک رُکے جو رہے
وہاں اُنہی کی حکومت ہے ہم یہی سمجھے
ہے اس کا نام مدائن جہاں وہ رہتے ہیں
مگر سبھی اُسے سلمانؓ پاک کہتے ہیں

اسی جگہ ہے مزارِ حذیفہؓ یمنی
اسی مقام پہ ہے قبرِ طاہرؓ ابنِ علیؑ
ہے ابنِ سیدِ سجادؑ یہ خدا کا ولی
انہی کے ساتھ ہیں جابرؓ غلامِ آلِ نبیؐ
حدودِ عشق میں آتا ہے یوں شرف کا مقام
امام زادہ کے پہلو میں سو رہا ہے غلام
پلک جھپکتے ہی یہ دن گزر گئے آخر
وطن کو لوٹنا تھا کاظمین کو جا کر
پڑھی تڑپ کے وداعی زیارتِ سرورؑ
خبر نہیں کہ چلے آئے کس طرح باہر
دعا یہ کی کہ ملے ہم کو بار بار شرف
پھر آئیں سامرہ، طوس و کربلا و نجف
وہاں سے روضۂ عباسؑ نامدار چلے
برائے رخصتِ آخر یہ دل فگار چلے
جو صبر ہو نہ سکے کس کا اختیار چلے
تڑپ کے روئے بہت ہو کے بیقرار چلے
دلِ شکستہ نے کیا کیا نہ اہتمام کیا
ہمیں خبر نہیں کب آخری سلام کیا

ہماری منزلِ اوّل جو کاظمین رہی
خُدا کے حُکم سے مَنزل وہ آخری بھی ہوئی
وہاں بھی سلسلۂ اضطراب تھا جاری
یہاں بھی دونوں آئمہ سے، یہ گزارش کی
ہیں آپ اَمرِ خُدا ہم پہ یہ عنایت ہو
کہ بار بار میسر یہی سعادت ہو
جو کاظمین سے رخصت ہوئے چلے بصرہ
سبب کچھ ایسا تھا اک شب وہیں قیام کیا
وہاں بھی قلب و نظر میں اک اِضطراب رہا
ہوں جیسے تازہ غریب الوطن یہ عالَم تھا
نماز پڑھ کے جو میں نے سَلام عرض کیا
نظر کے سامنے شبیرؑ ہی کا روضہ تھا
یہاں مقامِ علیؑ بھی ہے جس جگہ آ کر
جمل کی جنگ میں ٹھہرے تھے حیدرِ صفدرؑ
یہاں سلام کیا، اور آئے ساحل پر
گئے جہاز پہ مولاؑ کو یہ صَدا دے کر
ہمارے لب پہ علیؑ ہی کا نام آتا ہے
سمندروں میں سفینہ ہی کام آتا ہے

طَوافِ قبرِ شہیداں ہے نعمتِ عُظمیٰ
کہ دے کے واسطہ عباسؑ ابنِ حیدرؑ کا
وہاں بھی کی یہ دُعا اور یہاں بھی ہے یہ دُعا
علیؑ کے صَدقے میں ہر اک مُحِب کو رَبِّ عُلیٰ
طَوافِ قبرِ شہِ کربلا نصیب کرے
جو جا چکے ہیں اُنھیں پھر خدا نصیب کرے

○ سلام ۲۰۷

○ نوحے ۲۳۱

سلام

نہیں ملک کے لئے اور نہ ہے نبیؐ کے لئے
بنا ہے صبر کا رستہ حسینؑ ہی کے لئے

یہ اک ثبوت ہی بس ہے برابری کے لئے
علیؑ نبیؐ کے لئے ہے، نبیؐ علیؑ کے لئے

کہاں بڑھا کوئی مولاؑ کی ہم سری کے لئے
کہ بادشاہ ترستے ہیں قنبری کے لئے

علیؑ وجودِ خدا پر دلیلِ اکبر ہے
علیؑ ہے رشتۂ اعظم خدا رسی کے لئے

بہ شکلِ قبر بنایا گیا ہے اک کعبہ
لبِ فرات وفاؤں کی بندگی کے لئے

یہ علقمہ ہے کہ اک تشنگی کا دریا ہے
مقامِ غور ہے حسّاس آدمی کے لئے

جلالِ حضرتِ عباسؑ تھم گیا ورنہ
بس ایک سانس کی مہلت تھی ہر شقی کے لئے

گلے پہ خنجرِ قاتل خدا سے راز و نیاز
یہ امتیاز رہا بس حسینؑ ہی کے لئے

حسینؑ ناز کی منزل میں تھے نماز کے بعد
رُکی تھی نبضِ دو عالم اُسی گھڑی کے لئے

ہے آدمی کی طرح زندگی اگر مطلوب
غمِ حسینؑ ضروری ہے آدمی کے لئے

پیامِ نور ہے بزمِ عزا میں ذکرِ حسینؑ
ہم اک چراغ جلاتے ہیں روشنی کے لئے

ترستے رہتے ہیں شاہانِ دہر کے دل بھی،
حسینؑ تیرے غلاموں سے دوستی کے لئے

غمِ حسینؑ کی دولت میں ان کا کیا حصّہ
ضمیر بیچ رہے ہیں جو زرگری کے لئے

حسینیت کا گلا کاٹ کر یزید صفت
نقاب ڈال کے آئے ہیں دوستی کے لئے

علیؑ سے اپنے تعلق کی اک دلیل ہے یہ
چُنا گیا جو ہمیں خاص دشمنی کے لئے

علیؑ سے عشق، علیؑ کے عَدُو سے بیزاری
بنا ہُوا ہے یہ معیار دوستی کے لئے

نبیؐ کا قول ہے بدنسل ہے عدوئے علیؑ
اب اس میں کوئی رعایت نہیں کسی کے لئے

بعدِ شبیرؑ بھی قاتل رہے کچھ دن زندہ
اہلِ حق ظُلم کو جینے کی سزا دیتے ہیں

تلخ لگتی ہے تو یہ بات مرض کی ہے دلیل
ہم تو حق بات بہرحال سُنا دیتے ہیں

کل نہیں تھے جو شریکِ سپہ شام وہ آج
غمِ شبیرؑ پہ تلوار چلا دیتے ہیں

کربلا درد ہے اور درد ہے احساس کی بات
دل سے جو سُنتا ہے ہم اُس کو سُنا دیتے ہیں

لفظِ عباسؑ زباں سے جو ادا کرتے ہیں ہم
پوری تاریخِ وفا ہے جو سُنا دیتے ہیں

قلبِ زینبؑ کی مصیبت تو خُدا ہی جانے
ہم تو الفاظ میں رُوداد سُنا دیتے ہیں

مقتلِ ثانیٔ زہراؑ جو کوئی پوچھتا ہے
ہم اُسے شام کا دربار دکھا دیتے ہیں

مستحق جان کے زینبؑ کو بوقتِ رخصت
شاہِ دیں جائزہ صبر و رضا دیتے ہیں

وصفِ حیدرؑ کا بیاں سہل کہاں ہے اخترؔ
ذِکر جن کا ہے وہی طرزِ ادا دیتے ہیں

سلام

شبیرؑ ہیں دینِ حق یہ ایک حقیقت ہے
شبیرؑ کی عزت سے اسلام کی عزت ہے

نانا نے تو پھیلایا اسلام کو دنیا میں،
ماتم سے نواسے کے اسلام سلامت ہے

قوسین کی حد تک تھی معراج نبوت کی
اور دوشِ نبوت پر معراجِ امامت ہے

تھا لشکرِ حُر پیاسا سیراب کیا اُس کو
شبیرؑ نے بتلایا کیا چیز امامت ہے

اس واسطے اصغرؑ نے اک تیرِ ستم کھایا
کھل جائے زمانہ پر کیا رازِ شہادت ہے

توحید کے متوالو، کیا ہوتا ہے باتوں سے
تلوار کے سایہ میں سجدہ کی ضرورت ہے

دولت غمِ سرورؑ کی تیری ہے نہ میری ہے
انسان کا ورثہ ہے، انسان کی دولت ہے

دربار شرابی کا اور آلِ پیمبرؐ کی
اسلام کا دعویٰ ہے یہ شانِ حکومت ہے

شبیرؑ غلاموں کے لاشے بھی اُٹھاتے ہیں
اسلام کی آنکھوں میں انسان کی عظمت ہے

شبیرؑ کے ماتم سے انسان بنے اختر
شبیرؑ کی قربانی اسلام کی عزت ہے

سلام

ہاتھوں پہ اپنی جانِ امامت لئے ہوئے
شبیرؑ آئے نذرِ شہادت لئے ہوئے

نیزہ پہ سرِ حسینؑ کا زینبؑ کے سامنے
میدانِ کربلا تھا قیامت لئے ہوئے

دربار میں یزید کے سکتہ ہے ہر طرف
زینبؑ کھڑی ہیں صبرِ امامت لئے ہوئے

اللہ رے انقلاب کہ فاسق یزیدِ نحس
دِل میں ہے اپنے خواہشِ بیعت لئے ہوئے

سمجھی یہ فوجِ شام کہ حیدرؑ ہی آگئے
عباسؑ رن میں آئے جو رائیت لئے ہوئے

آفاق کے ورق پہ ہے شبیرؑ کا پیام
رنگِ شفق ہے یادِ شہادت لئے ہوئے

اختر بھی آبدیدہ قیامت میں آئے گا
آنکھوں میں اپنی اجرِ رسالت لئے ہوئے

سلام

اگر کتابوں میں قرآن سی کتاب نہیں
رسولِ پاکؐ کی عترت کا بھی جواب نہیں

گناہ گار ہوں لیکن ہوں شہ کا ماتم دار
غمِ حسینؑ ہے دل میں غمِ عذاب نہیں

حسینؑ اور یزیدِ لعین کی بیعت
یہ وہ تضاد ہے جس کا کوئی جواب نہیں

ہجومِ حسرت و غم میں جو مسکرا نہ سکے
قسم خدا کی غلامِ ابوترابؑ نہیں

علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ
فرشتو، اس کے سوا میرا کچھ جواب نہیں

یہ چیز موت نہیں گر غمِ حسینؑ نہیں
عبث ہے زیست اگر حبِ بوترابؑ نہیں

وہ آنکھ دیکھ سکے گی نہ حوضِ کوثر کو
جو آنکھ ماتمِ شبیرؑ میں پُر آب نہیں

کہا حسینؑ نے اچھا نہیں نظر میں مری
وہ گھر کہ جس میں سکینہؑ نہیں ربابؑ نہیں

وہ کیا ہے جس کو جہاں کہہ رہا ہے رجعتِ شمس
اگر علیؑ کے تصرف میں آفتاب نہیں

بہ قدرِ ظرف مجھے بھی دے اے مرے ساقی
اب اور صبر ہو اختر میں اتنی تاب نہیں

سلام

نگاہ اُٹھتی نہیں زمیں سے بدن بھی سب تھرتھرا رہا ہے
عجیب احساسِ شرم سے حُرؑ مقابلِ شاہؑ آ رہا ہے

تجھے تو اب زندگی بھی اپنی وبال معلوم ہو رہی ہے
لہو شہیدانِ کربلاؑ کا یزید اب رنگ لا رہا ہے

بڑی ہی زندہ حقیقتوں کا لہو ہوا کربلا میں شامل
زمانہ صدیوں کے بعد اب بھی حسینؑ کا غم منا رہا ہے

ہے تیغ یہ دستِ مرتضیٰؑ میں دہانِ زینبؑ ہیں یا زباں ہے
عجیب خطبہ سنا رہی ہیں، یزید بھی تھرتھرا رہا ہے

اُدھر ہیں لاکھوں ہی لڑنے والے، اِدھر بہترؑ ہیں وہ بھی پیاسے
بہت کڑی ہے رہِ صداقت یہی تناسب بتا رہا ہے

حسینؑ کے ساتھ جان دینے خلوص والوں کی تھی ضرورت
اسی لئے شاہِ کربلاؑ بھی چراغِ محفل بجھا رہا ہے

کسی بھی قیمت پہ ابنِ حیدرؑ بقائے اسلام چاہتا ہے
اسی لئے شیرخوار اصغرؑ بھی تیر کھانے کو آ رہا ہے

ہے ذہنِ باطل شکست خوردہ شعورِ حق تا ابد سلامت
یزید دنیا سے مٹ چکا ہے حسینؑ عالم پہ چھا رہا ہے

سلام

سکینہ کو کس طرح کوئی منائے
نہ پانی ہی آیا، نہ عباسؑ آئے

مصیبت جب اسلام و ایماں پہ آئی
تو زہراؑ کے دلبند ہی کام آئے

کوئی ہے جو قیدِ سلاسل میں رہ کر
پیامِ محمدؐ کی عزت بچائے

وہ بچہ جواں ہو کے کیسا نکلتا
اُگل کر لہو منہ سے جو مسکرائے

یہ غم بس گیا دل کی گہرائیوں میں
سنا نامِ شبیرؑ آنسو بھر آئے

صدا دے رہے ہیں یہ عباسِؑ غازی
کوئی ہے جو دریا سے ہم کو ہٹائے

کوئی صاحبِ درد ایسا نہ ہوگا
رہِ کربلا سے جو کترا کے جائے

سلام

لہو جس کے کفِ پا سے رواں ہے
وہی انسانیت کا پاسباں ہے

نبیؐ کی آلؑ اور پیاسی کہاں ہے
جہاں پہلو میں اک دریا رواں ہے

ترے دامن میں اہلِ حق سے ہٹ کر
بتا اے کربلا انساں کہاں ہے

رواں گردن پہ ہے تیغِ ستم گر
جبیں سرورؑ کی محوِ آستاں ہے

شبابِ اکبرؑ ذی شاں کا صدقہ
ابھی تک دینِ پیغمبرؐ جواں ہے

کہا زینبؑ نے نانا سے بہ رقّت
مرے بازو پہ رسّی کا نشاں ہے

وہ جس کے در پہ ہر گردن جھکی ہے
شہیدِ کربلا کا آستاں ہے

وہ جس نے فکر کی راہوں کو بدلا
حسینؑ ابنِ علیؑ کا کارواں ہے

ہے سرورؑ کی زباں پر شکرِ پیہم
مصیبت کارواں در کارواں ہے

سلام

کیا شکستِ فاش کھائی حرملا کے تیر نے
مسکرا کر جان دی ہے اصغرؑ بے شیر نے

بعد عصرِ کربلا بھی ضامنِ حق تھے حسینؑ
نوکِ نیزہ سے قیادت کی سرِ شبیرؑ نے

اک سسکتی لاش تھی اسلام کی، مذہب نہ تھا
خونِ دل دے کر اسے زندہ کیا شبیرؑ نے

اب قیامت تک نہ اُٹھے گا یزیدیت کا سر
ایسی اک ٹھوکر لگائی حضرتِ شبیرؑ نے

تیر شہ پر آ رہا تھا روک کر اختر اسے
نصرتِ شبیرؑ کی ہے اصغرِؑ بے شیر نے

سلام

معراجِ عبدیت تو خدا کی رضا میں ہے
لیکن رضا یہ قبضۂ دستِ خدا میں ہے

صدیاں گزر چکی ہیں اثر میں کمی نہیں
یہ بات صرف واقعۂ کربلا میں ہے

نقشِ قدم کو چوم رہے ہیں ملائکہ
فرزندِ فاطمہؑ رہِ صبر و رضا میں ہے

کس طرح سوئیں اہلِ حرم گیارھویں کی رات
"پھیلی ہوئی شمیمِ شہادت ہوا میں ہے"

شبیرؑ کا مقام معین ہو کس طرح
فکرِ بشر ابھی تو رہِ ارتقا میں ہے

آغوشِ فاطمہؑ میں ہے اختر سرِ حسینؑ
دُنیا سمجھ رہی ہے کہ طشتِ طلا میں ہے

نوحہ

(زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے)

ن ہے یہ زینبؑ عالی مقام کا — چہلم ہے کربلا میں شۂ تشنہ کام کا
ئی کی قبر دیکھ کے آنسو نکل پڑے — پیاسوں کی یاد آئی تو دریا اُبل پڑے
بھائی کی قبر ہل گئی خواہر کے بین سے
زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے

وہ رات کیسی قیامت کی رات تھی — اہلِ حرم پہ سخت مصیبت کی رات تھی
نے کٹا کے میرا نگہبان سو گیا — عباسؑ کا جو فرض تھا میں نے ادا کیا
بھائی کی قبر ہل گئی خواہر کے بین سے
زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے

تمہارے بعد انوکھے ستم ہوئے — دُرّے لگے رِدائیں چھنیں خیمے جل گئے
ے قلب کا وہ سہارا بھی جل گیا — ماں دیکھتی ہی رہ گئی جھولا بھی جل گیا
بھائی کی قبر ہل گئی خواہر کے بین سے
زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے

...غاز کربلا سے ہمارا سفر ہوا — عابدؑ کو دیکھ دیکھ کے ٹکڑے جگر ہوا
...فے میں سربرہنہ جو آلِ عباؑ گئے — بابا ہر اک قدم پہ مجھے یاد آ گئے

بھائی کی قبر ہل گئی خواہر کے بین سے
زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے

...یا پھر اس کے بعد قیامت ہی آ گئی — کنبے کو لے کے شام میں میں بے ردا گئی
...ب نظر کہاں تھی مگر دیکھنا پڑا — طشتِ طلا میں آپ کا سر دیکھنا پڑا

بھائی کی قبر ہل گئی خواہر کے بین سے
زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے

...ائی تمہاری بیٹی پہ کیا کیا ستم ہوا — لیکن کبھی نہ صبر کا معیار کم ہوا
...ب انتہائے ظلم ستم گار ہو گئی — آخر سکینہ شام کے زنداں میں سو گئی

بھائی کی قبر ہل گئی خواہر کے بین سے
زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے

...م کے بعد میں جو مدینے کو جاؤں گی — اماں کو میں سفر کی مصیبت سناؤں گی
...ہو سکے تو نیلِ رسن کے دکھاؤں گی — میں زندگی تمام تیرا غم مناؤں گی

بھائی کی قبر ہل گئی خواہر کے بین سے
زینبؑ لپٹ گئی ہے مزارِ حسینؑ سے

نوحہ

ماں کی قبر پہ جا کر حالِ دل سنانا ہے، حالِ دل سنانا ہے
جاؤ اے بہن جاؤ، تم کو دور جانا ہے، تم کو دور جانا ہے

ہم گئے تھے جب کوفہ، بے ردا تھا سب کنبہ، یاد آ گئے بابا
وقت یوں بدلتا ہے وہ بھی اک زمانہ تھا، یہ بھی اک زمانہ ہے

آئی کیسی بربادی، کیا سہاگ اجڑے ہیں، گودیاں بھی ہیں خالی
اب ہمارے سینوں میں دل نہیں ہیں لاشے ہیں، یوں وطن کو جانا ہے

شام کے اندھیرے میں آپ کی سکینہ بھی مجھ سے چھٹ گئی بھائی
فاطمہؑ کے روضہ پر اس غریب بچی کا داغ لے کے جانا ہے

جانِ کارواں عباسؑ جائزہ مجھے دے کر سو گیا ترائی میں
اہتمام کیسے ہو بے کسی کے عالم میں کربلا سے جانا ہے

ہے جو منتظر صغریٰ اس کے واسطے کیسے دردناک تحفے ہیں
گھر پہنچ کے ماں جائے مجھ کو اپنے بازو کا نیل بھی دکھانا ہے

نوحہ

...پیاس کی شدت میں بچے فریاد و فغاں تک آ پہنچے
...کی جرات کے جذبے اشکوں کی زباں تک آ پہنچے

...کا چہرہ سرخ ہوا ممکن تھا قیامت آ جاتی
...ز ہی سمجھا سکتے تھے جب بات یہاں تک آ پہنچے

...ر نے خود آگے بڑھ کر بروقت جری کو روک لیا
...کے چڑھتے تیور جب خطرے کے نشاں تک آ پہنچے

...و ترائی سے نکلا بچوں کے لئے اک آس بندھی
...سے زینبؑ نے پوچھا عباسؑ کہاں تک آ پہنچے

...سے موجوں نے یہ کہا ہوتا جو اشارہ ہم آتے
...دم سے پانی پانی ہیں، سرکار یہاں تک آ پہنچے

سر بھائی کا زانو پرے کر شبیرؑ نے کس حسرت سے کہا
تم نہر سے واپس آ نہ سکے، ہم خود ہی یہاں تک آ پہنچے

جب یاز دہم کی شب آخر، زینبؑ نے دیا پانی سب کو
پوچھا یہ سکینہؑ نے اس دم کیا عموؑ یہاں تک آ پہنچے

ہے اتنی روودادِ مختصر بس شہادتِ اکبرؑ جواں کی
پسر کے لاشے پہ خود پہنچ کر پدر نے مرگِ شباب دیکھا

تمہارے سینے کا زخم بن کر ملی ہے تعبیر اس کی اکثر
تمہاری ماں نے جو زندگی بھر تمہاری شادی کا خواب دیکھا

جو شام کے راستوں پہ نکلے عدو سرِ بے زباں کو لے کر
جنھوں نے نیزے پہ سر کو دیکھا لہو میں تر اِک گلاب دیکھا

جواب کیا کربلا کا ملتا مگر خلوصِ نظر سے اختر
جو ہم نے قلبِ حسینؑ دیکھا تو کربلا کا جواب دیکھا

نوحہ

شق تک قافلہ جو پہنچا تو سب نے یہ انقلاب دیکھا
سینؑ کے سر پہ جب نظر کی تو شام میں آفتاب دیکھا

سینؑ نے لاشِ بے زباں پر سے جب ہٹایا عبا کا دامن
وئے اصغرؑ کے ساتھ پیکاں میں ہم نے قلبِ ربابؑ دیکھا

ریدیت تخت و تاج لے کر بھی آج تک ہے شکست خوردہ
سینؑ والوں کو قید میں بھی قدم قدم کامیاب دیکھا

لام تم پر کہ تم نے عباسؑ لافتائی کی لاج رکھ لی
فا کے عنواں سے تم کو دیکھا تو لافتیٰ کا جواب دیکھا

سینؑ کا سر سناں پہ آیا تو فرقِ غازی کہاں تھا دیکھو
اں بھی عباسؑ باوفا کو بصد ادب ہم رکاب دیکھا

نوحہ

حق کے لئے حسینؑ نے جب سر کٹا دیا
زینبؑ نے کام بھائی کا آگے بڑھا دیا

زینبؑ نے لے کے جائزہ صبرِ حسینؑ کا
اسلام کو حیات کا اک سلسلہ دیا

کوفے میں جا کے زینبِؑ عالی مقام نے
قربانیٔ حسینؑ کا مقصد بتا دیا

زخمی ہیں کان، خون میں کرتہ بھرا ہوا
دُنیا نے اک یتیم کو پُرسے میں کیا دیا

آخر سکینہؑ مرگئی زندانِ شام میں
وعدہ تھا جو حسینؑ سے اس کو نبھا دیا

ظالم کے رُخ سے ہٹ گئی اسلام کی نقاب
سجادؑ نے یزید کا چہرہ دکھا دیا

زینبؑ نے فرشِ خاک پہ کی مجلسِ حسینؑ
ایسے ہمیں عزا کا طریقہ بتا دیا

روتے نہیں تو مٹ ہی گئے تھے جہاں سے ہم
ہم کو غمِ حسینؑ نے جینا سکھا دیا

زینبؑ دیارِ شام سے پھر کربلا گئیں
قصہ سفر کا بھائی کو سارا سُنا دیا

رو کر کہا کہ بھائی سکینہؑ نہ آ سکی
ہم نے زمینِ شام میں اس کو چھپا دیا

رخصت جو کربلا سے ہوئی زینبؑ حزیں
عباسؑ کے خیال نے دل کو رُلا دیا

اختر بہن کے بین تھے میرا سلام لو
ساحل پہ ایسے سوئے کہ سب کو بھُلا دیا